احیائے تصوف کا علمبردار

ماہنامہ نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۲۲ قیمت دس روپے اگست ۱۹۹۶ء



بخدا خبر ندارم چو نماز می گزارم
که تمام شد رکوعے که امام شد فلانے
(رومی)

بلتی نظم

احسان علی دانش

لدنفی نیسپہ چکتو خسمے فیائی ہرژیسنہ نوا رگوسید
نیسپی لدمٗ لدمٗ کنؒ چھی چھونیکھہ ندانی کھروا رگو سید

ہلتانس درینگ پیغمبری فیونگسے علیؑ ہژنیکھہ کھورے
سو نا لا چنگ رگید نا رے کھوسی علی لا رگا رگوسید

دینی ختم پو رویفا لا ختم گل سہ گل گوین چہ تھونید
رویف سہ چک پا یو لی کھہ ہلژانسے یقپہ رگوسید

شاہ سیدیؒ زیر فو مک سمنی کھہ ایونگ تھلینگ نو فونگ
سوسی رنگ فیونگ بیں نا رے لے رمنوشیونگ وونگ چا رگوسید

فرگونی خسوب گونے بندق کن کھورید فرگونی ریننگ
دمسے شربا یو نوزین گوا چک پا خسوپ کن فشوا رگوسید

بجیکفی ان ینگ بجیکپہ یود ہرکن لا حرام بخلی لزا لا
حق حلالی زان منین چہ ینگ دی چھوسپو خسوا رگوسید

نی حنی چھوس پو لا ینگ فسور بیسپونی تھیپ مین کاکونگ
خین لغی لبینفق پنیونگ تا کھونلا سا ہلتوینگ جوا رگوسید

صوفیہ مذہب روش نوربخشی کھا دربلی میڑھونگ
یا خسپرونگ تا سنینی سنونیکھہ، رگشی کھا کوا رگوسید

یو یتی احسان ہرکامنیدی خسپرے سنا بیا لا شخص
سنینگ لا بیاربی بیت چہ زر با مک سنینی وصل جوا رگوسید

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین

کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ

اسلام آباد

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم

مدیر و ناشر:

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

کمپوزر:

رنگ کمپوزر، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

خط و کتابت اور مضامین
بھیجنے کا پتہ:
مکان نمبر D-102
سیٹلائٹ ٹاؤن
سید پور روڈ،
راولپنڈی پاکستان

منی آرڈر، ڈرافٹ اور
رجسٹری بھیجنے کا پتہ:
فلیٹ نمبر 7 ، بلاک نمبر 14 ،
کیٹگری IV ، آئی ایٹ ون،
اسلام آباد پاکستان

فہرست مضامین

تفکر و تذکر	رحمۃ اللعالمین	ڈاکٹر غازی محمد نعیم
الکتاب	قرآن مجید	مولوی عبدالحمید
الحدیث	روزہ عاشورہ	مولوی عبدالرحیم
فقہ	مجموعہ شریعت محمدیہ	ابوالعرفان علامہ محمد بشیر
تصوف	اسلامی تصوف اور بزرگان نوربخشیہ	مجاہد حسین کاوش
سلوک	چہل مقام صوفیہ	رستم علی انجم
روحانیات	حقیقت روح	اے۔ این۔ گلشن
احوال صوفیاء	شیخ ابوبکر نساج	غلام حسن نوربخش
اہل بیت	امام حسن مجتبیٰ	غلام حسن نوربخش
میلاد نامہ	گلشن نعت	غ۔م۔ن
ہمدانیات	ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی سے انٹرویو	غ۔م۔ن
نوربخشیات	احوال شاہ سید محمد نوربخش	اخوندزادہ رنج
دنیائے سائنس	بیول اور نظریہ ارتقاء	ڈاکٹر غازی محمد نعیم
فقہی مسائل	آپ کے مسائل اور ان کا حل	ابوالعرفان علامہ محمد بشیر
اخبار التصوف	دنیائے تصوف کی خبریں	جی۔ایچ۔ معروفی
نامہ سالک	قارئین کے خطوط	بوسعید ڈاکٹر شاہد

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے پرنٹ شاپ 99 - 6 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد سے چھپوا کر A-358 ، سیکٹر G-6/1-1 ، اسلام آباد سے شائع کیا۔

تفکر و تذکر

رحمۃ للعالمین

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین یعنی ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

رحمت دکھ، پریشانی، مصیبت، عذاب اور زحمت کا ازالہ کرنے والی چیز ہے اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت کا منصب خالق حیات و کائنات نے عطا فرمایا ہے جو تمام گزشتہ اور آئندہ زمانوں کا رب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس رحمت سے صرف وہی بدنصیب محروم رہ جاتا ہے جو سرے سے ہی رحمت خداوندی کا منکر ہو۔

پیراڈائم PARADGIM ایک سائنسی اصطلاح ہے۔ اس کے معنی ایک مجموعی تصور حیات کے ہیں جس کے اندر فلسفہ سائنس، اور دیگر علوم انسانی کی تمام تر گفتگو کی جاتی ہے۔ یہ گویا ایک خاص عہد کا حیات و کائنات کے بارے میں مجموعی نقطہ نظر ہے اور ایک خاص عہد کے انسانوں کے طرز فکر اور طرز استدلال کا تعین کرتا ہے۔

آج کا انسان سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے جس دور میں رہ رہا ہے اس کا تصور حیات و کائنات یا PARADGIM نظریہ ارتقاء THEORY OF EVOLUTION ہے۔ نظریہ ارتقاء بنیادی طور پر ایک حیاتیاتی BIOLOGICAL نظریہ ہے مگر یہ تمام شعبہ ہائے حیات بشمول سیاست و معاشیت وغیرہ سے متعلق علوم و فنون تک کو محیط ہے۔ چنانچہ آج ہم جب زندگی کے کسی مسئلے کے بارے میں سوچ رہے ہوتے ہیں تو گویا ارتقاء کے پیرائے میں ہی سوچ رہے ہوتے ہیں۔ نظریہ ارتقاء جس کی بنیاد ڈارون نے رکھی، اس کے دو بنیادی مفروضے جہد للبقاء STRUGGLE FOR EXISTENCE اور بقائے اصلح SURVIVAL OF THE FITTEST ہیں۔ جیسا کہ ان دو مفروضوں کے نام اور عنوان سے ظاہر ہے کہ یہ انسان دوستی کے جذبات کی بجائے جذبہ حیوانیت کی بے رحم قوتوں BRUTAL FORCES کی نمائندگی کرتے ہیں۔

کمیونزم ان حیوانی جبلتوں پر مدار رکھنے والے نظریوں کے خلاف ایک انسان دوستی کا پیغام تھا مگر جبلتوں سے متصادم ہونے کے باعث ہی یہ نظریہ حیات پنپ نہ سکا اور اب صورت حال یہ ہے کہ سرمایہ داری کا دیو آزاد پھر رہا ہے اور عالم انسانیت کو اس کی تاراجی سے بچانے والی کوئی موثر قوت بجز دین اسلام کے میدان عمل میں موجود نہیں ہے۔ اس میدان میں دین اسلام کے ممکنہ مثبت کردار کے بارے میں تھوڑی دیر میں مزید گفت و گو کریں گے۔ لیکن اس سے پہلے ہم دور جدید کے ایک دوسرے اہم بحران کا جائزہ لیتے ہیں جو سائنس کے محدود دائرہ کار کے باعث پیدا ہوا ہے۔

محدود دائرہ کار کی بات ہوئی تو پہلے یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ سائنس کے دائرہ کار میں وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ماضی قریب میں صرف فطری سائنس کے مضامین جیسے طبیعیات، کیمیا، حیاتیات وغیرہ ہی کو سائنس تسلیم کیا جاتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ معاشرتی علوم کے مضامین جیسے عمرانیات، معاشیات، سیاسیات، نفسیات اور بشریات وغیرہ نے بھی اپنے آپ کو بطور سائنس تسلیم کروالیا۔ وجہ یہ ہے کہ سائنس ایک طرز فکر اور طریق کار کا نام ہے۔ ہر وہ حقیقت جو انسانی مشاہدے اور تجربے سے ثابت ہو وہ سائنس کے دائرہ کار میں آجاتی ہے۔ لیکن اس میں کسی تخیلاتی، جذباتی اور شاعرانہ موضوع کو راہ نہیں ہے۔ لیکن سائنس کے اسی رویے کے اندر اس کی تنگ دامنی کا راز بھی پوشیدہ ہے۔ انسان چونکہ روح و جسم کا مرکب ہے اس لئے نہ صرف اسے اپنے مادی مسائل کا حل درکار ہے بلکہ اپنے جذباتی اور پیچیدہ روحانی معاملات میں بھی وہ رہنمائی کا محتاج ہے۔ سائنس یہ رہنمائی محض اس لئے فراہم کرنے سے قاصر ہے کہ ان موضوعات سے تو اسے سروکار ہی

نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اگر سائنسدانوں سے پوچھا جائے کہ انسان کیا ہے تو انسان کی ساخت ANATOMY افعال PHYSIOLOGY اور کیمیائی ترکیب BIOCHEMISTRY سے متعلق ایسی مدلل اور مفصل گفتگو شروع کریں گے کہ سامع بحر حیرت میں غوطہ زن ہو جائے مگر کوئی بھی سائنسدان انسانی ذہن میں ابھرنے والے اس بنیادی سوال کا جواب نہیں دے پائے گا کہ انسان کہاں سے آیا اور اسے کہاں جانا ہے اور اس کا مقصد ہستی کیا ہے۔

مندرجہ بالا دو بنیادی مسائل ہی دور حاضر کے انسانوں کے جملہ انفرادی اور معاشرتی بحرانوں کے ذمہ دار ہیں۔ یعنی ایک طرف تو زندگی کی بے رحم قوتوں پر یقین کرنے کی وجہ سے رحم، انصاف، اور انسانی دوستی جیسے مثبت انسانی اقدار پر اپنا یقین کھوتا جارہا ہے اور جہد بقا کے تقاضوں کے پیش نظر وہ ایک اندھے جذبہ مسابقت، نفسانفسی اور بے راہ روی پر مبنی مادہ پرستی کا شکار ہے دوسری طرف اسے اپنے جذباتی اور روحانی مسائل کا حل نہ ملنے کے باعث وہ ایک عجیب بے یقینی اور بے کسی کے بحران سے دوچار ہے۔

غور کرنے پر معلوم ہو گا کہ اس بحران کی اصل وجہ انسان کا مکمل طور پر اپنے حواس خمسہ سے حاصل ہونے والے علم پر انحصار کرنا اور علم کے اس عظیم سرچشمے سے بے نیاز اور غافل ہونا ہے جو علم نبوت کہلاتا ہے اور جو بالفاظ دیگر خدا کی طرف سے بندوں کی براہ راست رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ پس ہر وہ علم ناقص اور ناکافی ہے جس کا سرچشمہ وحی والہام نہ ہو۔ نبوت کے اس علم کو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے بنی نوع انسان تک پہنچایا اور جو کتب وصحف کی صورت میں آج بھی موجود ہے۔ تمام انبیاء کی تعلیم میں انسان کو اس کا اصل مقصد ہستی بتایا گیا ہے۔ ان تعلیمات میں کوئی تفاوت اور تضاد نہیں ہے کیونکہ ان سب کا سرچشمہ مشترک ہے۔ انبیاء کی تعلیمات بندے کو خدا تک لے جانے والے راستے ہیں۔ یہ تمام راستے آخرکار ایک جگہ بڑی شاہراہ میں مل جاتے ہیں۔ یہ عظیم ترین شاہراہ رحمت اللعالمین کا لایا ہوا دین یعنی دین اسلام ہے۔

اسلام انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے اور بانی اسلام حضور نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ میں عہد حاضر اور مستقبل کے انسانوں کے جملہ مسائل، مصائب اور دکھوں کا کافی وشافی علاج موجود ہے۔

ربیع الاول کا مبارک مہینہ اس محسن انسانیت کے اس دنیا میں تشریف لانے کا مہینہ ہے جن کی ذات بابرکات کو خالق جن وبشر نے تمام عالمین کے لئے رحمت کامل قرار دیا ہے۔ اہل اسلام کے لئے یہ مبارک مہینہ اس عہد کی تجدید کا ہے کہ وہ اسلام کے سرمدی پیغام کو ساری دنیا میں عام کریں گے تاکہ عہد حاضر کے انسانوں کے جملہ دکھوں کا علاج ممکن ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقدس مشن میں اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ جیمبول

کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ اس مقابلے کو دوسرے لفظوں میں جہد بقا کا نام دیا جا سکتا ہے۔

۵) اس جدوجہد کے نتیجے میں صرف وہی جاندار زندہ رہیں گے اور پھلے پھولیں گے جو زندگی کی بہتر صلاحیتوں سے لیس ہوں گے۔ جبکہ کمزور اور ناموزون افراد خود بخود مرکھپ جائیں گے۔ نیز ان بہتر صلاحیتوں کے فطری انتخاب کے نتیجے میں بہتر سے بہتر انواع وجود میں آئیں گی۔ یہ نظریہ انتخاب فطری کہلاتا ہے۔

مزید براں کوئی بھی نوع اس فطری انتخاب کی بدولت اپنے ماحول سے بہتر مطابقت پیدا کر لیتی ہے۔

جیسے کہ اس سے قبل مذکور ہو چکا ہے کہ نظریہ ارتقاء کے ثبوت میں علم وراثت (اور جدید اصطلاح میں علم جینیات)، علم جغرافیہ، فاسل کے علم یا پیلے آنٹالوجی علم مماثلت (HOMOLOGY) اور علم جنینیات (EMBRYOLOGY) سے بے شمار شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن طوالت کے خوف سے اس بحث سے صرف نظر کرنا پڑے گا۔

مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ نظریہ ارتقاء کی رو سے نہ صرف زندگی بلکہ کائنات کی ہر چیز ارتقاء پذیر ہے اور ترقی کی منزلوں کی طرف گامزن ہے۔ یہ نظریہ حیاتیات، تاریخ، جغرافیہ، طبیعیات، علم بشریات غرض جملہ علوم کی بنیادی روح ہے گویا یہ ایک ہمہ گیر علمی طرز فکر کا نام ہے۔

(جاری ہے)

القرآن

مولوی عبدالحمید فاضل عربی - ایم - اے - بی - ایڈ

الحمدللہ سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ و تشریح مکمل ہوئے - اب قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت سورۃ بقرہ کا آغاز کرتے ہیں -
اس مبارک سورت میں ۴۰ رکوعات اور ۲۸۶ آیات ہیں -

ابن عربی کا قول ہے کہ سورۃ بقرہ میں ہزار اوامر ہزار نواہی اور ہزار خبریں ہیں ان کے اخذ میں برکت اور ترک میں حسرت ہے -

احادیث مبارکہ میں اس سورت کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس گھر میں یہ سورت پڑھی جائے اس میں تین دن تک شیطان داخل نہیں ہوتا اور شیطان وہاں سے دور بھاگتا ہے -
سہیل بن سعد روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر چیز کی ایک کوہان (بلندی) ہوتی ہے اور قرآن کی کوہان سورۃ بقرہ ہے - جو شخص دن کے وقت اس کی تلاوت کرے گا اس میں تین دن تک شیطان داخل نہیں ہو سکتا، جو رات کو اپنے گھر میں اس کو پڑھے گا تین راتوں تک شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوگا -

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میت کو دفنانے کے بعد اس کے سرہانے سورہ بقرہ کے اول کی تین آیتیں آیت الکرسی تا خالدون اور آخری چار آیتیں آمن الرسول تا فانصرنا علی القوم الکافرین تک پڑھی جائیں - صوفیہ نوربخشیہ کے پیروکار اس فرمان رسالت پر عمل کرتے ہوئے ہر میت کی قبر پر مذکورہ آیات پڑھتے ہیں اور ایصال ثواب کرتے ہیں -

ایک جگہ یوں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوا ہے میری امت کو تین خصوصیات دی گئی ہیں جو کسی دوسری امت کے حصے میں نہیں آئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ عرش کے نیچے ایک خزانہ ہے وہاں سے مجھے سورۃ بقرہ کی آیات عطا ہوئیں - اللہ ہم سب کو اس بابرکت سورت کے فیوض و برکات سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں -

مضامین کے اعتبار سے یہ سورت پورے قرآن مجید کا خلاصہ ہے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الم

یہ سورہ بقرہ کی پہلی آیت ہے اور حروف مقطعات کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس کے حروف کو قطع کرکے یعنی الگ الگ پڑھا جاتا ہے - قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیتیں حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں - ان کے بارے میں معروف اور راجح قول یہی ہے کہ یہ حروف اسرار الہی اور متشابہات میں سے ہیں جبکہ بعض مفسرین نے ان حروف کے معانی اور تاویلات پیش کی ہیں -

صاحب تفسیر ابن عباس نے الم کے بارے کی درج ذیل تفسیریں لکھی ہیں -

پہلی تفسیر - الف سے اللہ لام سے جبریلؑ اور میم سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں - یعنی اللہ نے جبریلؑ کے ذریعے یہ مقدس کتاب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتاری -

دوسری تفسیر - الف سے آلاء اللہ کی نشانیاں لام سے لطفہ اس کی مہربانیاں اور میم سے ملکہ اس کی بادشاہت مراد ہے -

تیسری تفسیر - یہ اللہ کے تین اسماء گرامی کا پہلا حرف ہے الف لفظ اللہ کا پہلا حرف ہے لام لطیف کا پہلا حرف ہے اور میم مجید یا پہلا حرف ہے -

چوتھی تفسیر - انا اللہ اعلم - میں ہی ہوں سب سے بہتر اس کا مراد جاننے والا -

پانچویں تفسیر - الم اسم من اسماء القرآن - یعنی یہ قرآن کے ناموں میں سے ایک نام ہے -

چھٹی تفسیر - اسم من اسماء اللہ - یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک مبارک نام ہے -

ساتویں تفسیر - یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان راز و نیاز میں گفتگو ہے -

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس قسم کے مخففات اور اشارات کا استعمال دور جہالت اور دور رسالت میں مروج تھا، جس کا واضح

باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر

الحدیث

عاشورہ محرم کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت

مولوی عبدالرحیم ایم۔اے۔بی۔ایڈ۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ من صام یوم عاشوراء کتب اللہ ثواب عبادۃ ستین سنۃ بصیام لیالیھا و صام نھارھا۔

ترجمہ۔ حضرت عباس سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عاشورہ کے دن (یعنی دسویں محرم کو) روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اسے ایسے ساٹھ سالوں کی عبادت کا اجر عطا فرمائے گا، جس کی راتوں کو قیام میں اور دن کو روزہ میں گزار دیا ہو۔

اس حدیث کا راوی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباس ہیں جن کے حق میں رسول اکرمؐ نے یوں ارشاد فرمایا۔ افقہ الناس اخی عبداللہ ابن عباس۔ فقیہ ترین آدمیوں میں سے میرے بھائی عبداللہ بن عباس ہیں۔

عاشورہ کا دن وہ عظیم المرتبت دن ہے کہ حضرت آدمؑ پر اس دن کا روزہ فرض تھا اور باقی امم سابقہ پر بھی اس دن کا روزہ فرض چلا آیا ہے۔ دسویں محرم کو عاشورہ کہنے کی کئی وجوہات ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ اس دن تقریباً دو ہزار انبیاء پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ دو ہزار پیغمبروں کی تاج پوشی اسی دن عمل میں آئی۔ بعض کہتے ہیں کہ دو ہزار پیغمبروں کی دعائیں اسی دن مقبول ہوئیں۔ بعض کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن دس چیزیں پیدا کی ہیں۔ عرش، کرسی، لوح، قلم، بہشت، آدم، حوا، ارواح، زمین اور آسمان۔ بعض کا کہنا ہے کہ عاشورہ سریانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی جامع برکات کے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہو انفق مومن بملاء الارض ذھباً ما ادرک فضیلۃ یوم عاشوراء فمن صام فیہ فتحت ثمانیۃ ابواب یدخل من ایھا شاء۔

ترجمہ۔ اگر کوئی مومن زمین بھر سونا راہ خدا میں خرچ کرے تو بھی یوم عاشورا کی فضیلت کے برابر نہیں ہوگا پس جو کوئی اس دن روزہ رکھے تو اس کے واسطے جنت کے آٹھوں دروازے کھولے جائیں گے۔ جس دروازے سے چاہے وہ داخل ہو۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں دن کے ابتدائی حصے میں لوگوں نے اس بات کی گواہی دی کہ آج دسویں محرم ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کرا دو کہ آج یوم عاشورہ ہے، لہٰذا بقیہ دن شام ہونے تک کھانے پینے سے پرہیز کریں۔ اس کی تعظیم و تکریم واجب ہے۔ چنانچہ رسول اکرم کا ارشاد گرامی ہے۔ من صام عاشوراء لم تمسہ النار ابدا۔ جس شخص نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اسے آتش دوزخ نہ چھوئے گی۔

الغرض عاشورہ کا دن عمل و عبادت کا دن ہے اس دن میں نیکی کا ثواب دوگنا ملتا ہے۔ اس دن غریبوں یتیموں اور نادار ... ل دریافت کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ من مسح یدہ علی راءس الیتیم فی یوم عاشوراء رفعت لہ بکل شعر راسہ درجۃ فی الجنۃ۔ جس نے عاشورہ کے دن کسی یتیم کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا تو یتیم کے سر کے ہر بال کے بدلے جنت میں اس کے درجے بلند ہوں گے۔

جس نے عاشورہ کے دن دو آدمیوں کے درمیان صلح کرا دی تو وہ حساب و کتاب سے بری الذمہ ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ من صلح بین اثنین یوم عاشوراء صلح اللہ بینہ بین خصمائہ یوم القیمۃ و اوجب اللہ لہ الجنۃ۔ جس نے عاشورہ کے روز دو آدمیوں کے درمیان صلح کرا دی تو اللہ تعالیٰ اس کے دشمنوں قرض خواہوں اور مخاصموں کے درمیان بروز قیمت صلح کرا دے گا اور اس کے لئے جنت لازم کر دے گا۔

جو شخص اس دن اس نے اہل و عیال و غرباء و مساکین کے ساتھ سخاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن پیاس کی سختی سے نجات دلائیں گے۔

(باقی صفحہ نمبر ۲۶ پر)

(گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعہ شریعت محمدیہ

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

وینبغی ان یومر الصبی بتعلم الطھارۃ و الصلوۃ و الصیام و غیرھا من الفرائض قبل البلوغ و لا ینبغی ان یومر بالصلوۃ و الصیام لان التکلیف علیھم بما لا یکلفھم اللہ ظلم۔ و تعلیم الفرائض یلیق للذکر قبل اثنتی عشرۃ منہ و للانثی قبل تسع سنین۔

ترجمہ۔ مناسب ہے کہ بچے کو بالغ ہونے سے پہلے وضو، غسل، نماز، روزہ اور دیگر ضروری احکام (کی بجاآوری کے طریقے) سیکھنے کو کہا جائے۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ اسے نماز اور روزے کی بجاآوری کو کہا جائے، کیونکہ اللہ نے جس چیز کا ان کو مکلف نہیں بنایا، اس چیز کا ان کو مکلف بنانا زیادتی ہے۔ لڑکے کو ضروری احکام بارہ سال کی عمر سے پہلے اور لڑکی کو نو سال کی عمر سے پہلے سکھا دینا سزاوار ہے۔

وضاحت۔

مجموعہ شریعت محمدیہ الفقہ الاحوط کی مندرجہ بالا عبارتوں میں امور ذیل کی واضح نشاندہی کی گئی ہے۔

۱۔ بچے کی ذہنی تربیت
۲۔ بچے کی عملی تربیت
۳۔ لڑکے کی تربیت کا مناسب وقت
۴۔ لڑکے کی تربیت کا مناسب وقت

تفصیل وضاحت

ابتدا میں بچوں کی ذہنی تربیت بڑی اہمیت کی حامل چیز ہے۔ بچے کی ذہنی تربیت جس کام کی خاطر کی جائے بچہ اس طرف راغب ہو جاتا ہے۔ اگر کھیل کود کی تربیت کی ذہنی تھیوری اسے سمجھائی جائے تو وہ کھیل کود کا شوقین بن جاتا ہے۔ اگر اس کی ذہنی تربیت کسی مفید دنیوی کام کی تھیوری سمجھانے کی صورت میں کی جائے تو وہ اسی دنیوی کام کا شوقین بن جائے گا لہذا اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ بچوں کو کم عمری میں پہلے وضو کرنے کی تھیوری سمجھا دی جائے پھر وضو کی عملی صورت اسے بتلا دی جائے۔ اس کے نتیجے میں رفتہ رفتہ بچہ خود وضو کرنے کا طریقہ سیکھ جائے گا۔ اسی طرح غسل کرنے کی ذہنی تھیوری اسے ازبر کرائی جائے پھر عملی شکل سمجھا دی جائے۔

نرم رویہ

بچوں کی تربیت کے معاملے میں نرم رویہ اپنانا ضروری ہے۔ آسان انداز میں ذہنی تھیوری ازبر ہو چکنے کے بعد عملی شکل کی طرف اسے راغب کیا جائے۔ شریعت محمدیہ کی رو سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ بچوں کو بالغ ہونے سے قبل واجب دینی احکام کی تھیوری سمجھا دی جائے۔ پریکٹیکل صورت پر ان کے ساتھ سخت رویہ نہ اپنایا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنا زیادتی متصور ہوگا۔ گویا بچے کی ذہنی تربیت اور عملی تربیت اسی انداز سے کی جائے۔

لڑکے کی تربیت کا مناسب وقت

لڑکا چونکہ بارہ سال کی عمر میں جسمانی صحت کے اعتبار سے بالغ ہو سکتا ہے۔ لہذا بارہ سال سے کم عمری میں ہی اس کی ذہنی تربیت اور عملی تربیت کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ بالغ ہوتے ہی وہ شرعی احکام کی بجاآوری کر سکے۔

لڑکی کی تربیت کا مناسب وقت

لڑکی چونکہ نو سال کی عمر میں جسمانی صحت کے اعتبار سے بالغ ہو سکتی ہے لہذا نو سال سے کم عمری میں اس کی ذہنی تربیت

(باقی صفحہ نمبر ۱۹ پر)

قسط نمبر ۲

اسلامی تصوف اور بزرگان نوربخشیہ

مجاہد حسین کاوش کراچی

دنیا کا حصول خواہشات نفسانی کے لئے جائز نہیں مگر حکم خداوندی کے نفاذ کے لئے جائز ہے۔ بزرگان نوربخشیہ کی سیرت سے واضح ثبوت ملتا ہے۔ اس ضمن میں امام المجتہدین قدوۃ السالکین سید محمد نوربخش قہستانی کا درج ذیل قول مبارک ملاحظہ فرمائیں۔

نوربخش اور سلطنت جہانی کا تصور

جہلائے زمانہ یہ سمجھتے ہیں کہ سلطنت اور مملکت (یعنی دنیاوی حکومت کرنا اور سیاست میں حصہ لینا) تقویٰ اور پاکیزگی کے منافی ہے۔ تو یہ تصور انتہائی احمقانہ اور باطل ہے۔ کیونکہ بڑے انبیاء علیہم السلام مثلاً حضرت داؤد حضرت ادریسؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، اور حضرت محمد مصطفیٰ و کمل اولیاء جیسے حضرت علی مرتضیٰ ظاہری حکومت پر فائز رہے ہیں۔ اور سلطنت کے احکام نافذ کرنے اور امور مملکت کے قواعد و ضوابط کی دیکھ بھال کرنے میں انتہائی جاہت کے ساتھ طاقت استعمال کرتے رہے۔ اگر ظاہری سلطنت معنوی حکومت کے منافی ہوتی تو بڑے انبیاء علیہم السلام اور اکمل اولیاء سلطنت ظاہری پر فائز نہ ہوتے کیونکہ یہ حضرات براہ راست ظاہری حکومت اور مملکت پر فائز رہے ہیں۔

پس قابل بادشاہ اور امرا کے لئے لازم ہے کہ وہ بلند ہمت کے ساتھ ظاہری حکومت کو شریعت کی طاقت، طریقت کی تربیت اور حقیقت کی معرفت کے ذریعے معنوی حکومت کے ساتھ یکجا کرے تاکہ قیامت عظمیٰ کے روز بڑے بازار میں کامیابی اور سرفرازی سے ہمکنار ہو جائے۔ احکام خداوندی کو ملحوظ رکھے بغیر صرف دنیا کے لئے خود کو وقف کرنے والوں کو بزرگان نے مردودوں میں شمار کیا ہے۔ بزرگان نے دنیا سے دور رہنے کی بہت تاکید فرمائی ہے حتیٰ کہ اہل دنیا سے ختم المتقدمین زبدۃ المتاخرین وارث الانبیاء والمرسلین سید علی ہمدانی فرماتے ہیں۔ دنیا پرست لوگوں کی محبت سے دور رہو تاکہ تمہارا دل سیاہ نہ ہو جائے۔

سید الحکماء حضرت شاہ سید محمد نوربخش حکمت کے دو رخ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حکمت سے بچو جو تیرے دل کی کدورت میں اضافہ کرے وہ عقلمند کے چراغداں کے ذریعے تیری رہنمائی نہیں کرتے۔ جس شخص کو اللہ پسند فرماتا ہے۔ اسے منزل مقصود کو رسائی پانے کے لئے حکمت عطا فرماتا ہے۔ اور جس آدمی کو حکمت مل جائے تو یقین جانیے کہ اسے دین کی بہت زیادہ خوبیاں دی گئی ہیں۔

اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں اسلامی تصوف اور حکمت کی بنیاد توحید پر مستحکم آئے گی۔ اگرچہ توحید کا اقرار غیراسلامی تصوف والوں کے پاس بھی ہے مگر ان کے اقرار توحید اور دین اسلام کے اقرار توحید میں بہت فرق ہے۔ دین کی اصل و اساس خداشناسی ہے دین کے لغوی معنیٰ اطاعت اور عرفی معنیٰ شریعت کے ہیں۔ یہاں خواہ لغوی معنیٰ مراد لئے جائیں یا عرفی دونوں صورتوں میں اگر ذہن کسی معبود کے تصور سے خالی ہو تو نہ اطاعت کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی آئین کی پابندی کا۔ کیونکہ جب کوئی منزل ہی سامنے نہ ہوگی تو منزل کے رخ پر بڑھنا کیا معنیٰ اور جب کوئی مقصد ہی پیش نظر نہ ہوگا تو اس کے لئے تگ و دو کرنے کا کیا مطلب۔

ہر وہ بندہ جس کا قول و فعل توحید اور طریقت و شریعت کے خلاف ہوتا ہے۔ اس کے لئے دین میں بالکل کوئی حصہ نہیں ہے اور جب دین جو کہ مسلمان بننے کی بنیاد ہے۔ وہی پختہ نہ ہو تو تصوف جو کہ دین کی فرع و

شرہ ہے اس میں بدرجہ اولیٰ خلل واقع ہوتا ہے۔

سلطان المحققین حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں توحید نام ہے خود کو فنا کر کے اللہ میں ضم ہو جانے کا اور عجز کے ساتھ حصول نعمت کا۔ عارف ربانی عالم صمدانی سید علی ہمدانیؒ کا ایک ارشاد کچھ یوں ہے۔ خود کو بھول کر خدا کے ہو جاؤ اگر خود کو چاہتے ہو ساتھ ہی فرماتے ہیں۔ صرف خدا ہی کی فکر میں رہ اگر تو خدا کو طلب کرنے والا ہے۔ نیز نجم الدین کبریٰ نے فرمایا کہ خدا کے علاوہ ہر شے کو چھوڑ کر خود کو فنا کر لینے کا نام تصوف ہے۔ جبکہ آپ کے ایک ارادت مند کا قول ہے کہ صوفی اس کو کہتے ہیں جو اپنے تمام اوصاف کو ختم کر کے خدا کو پا لے۔ توحید باری تعالیٰ کے بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اللہ کسی شے میں ہے یا کسی شے سے ہے۔ یا کسی شے کے اوپر ہے تو اس نے شرک کیا کیونکہ اگر کسی کے اوپر ہو گا تو محمول ہو گا اور اگر اندر ہو گا تو محصور ہو گا اور اگر کسی سے پیدا ہو گا تو حادث ہو گا۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی استغراق اور تجلیات کی دنیا کے شہسوار تھے وہ اسلامی تصوف میں وحدت الوجود کے بانی اور نقیب اعظم سمجھے جاتے ہیں۔ نظریہ وحدت الوجود کا بانی ابن عربی اس بات کا قائل تھا کہ اللہ کا وجود ایک شخص میں آ سکتا ہے۔ اپنے اس نظریے کی استدلال حدیث قدسی سے کرتے ہیں۔ لا یسعنی فی السماء ولا فی الارض ولکن یسعنی فی قلب المومن۔ میں آسمان اور زمین میں سما نہیں سکتا لیکن میں قلب مومن میں سما سکتا ہوں۔

شاہ سید کا نظریہ وجود

امام المجتہدین سید العارفین غوث المتاخرین حضرت شاہ سید محمد نوربخش علیہ التحیہ والثناء کا اعلیٰ و ارفع نظریہ ابن عربی کی اس نظریے کے مطابق نہیں۔ آپ علیہ التحیہ والثناء وحدت الوجود کے بجائے واجب الوجود کے قائل ہیں۔ اور یہی حق ہے اصول اعتقادیہ جیسی عظیم اصولی کتاب میں فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے۔ (بذات خود موجود ہے یعنی اس کے غیر کے وجود کے لئے اس کا وجود لازم ہے مگر اس کے وجود کے لئے اس کے غیر کا وجود قطعی لازم نہیں جب کہ نجم الھدیٰ میں آپ علیہ الرحمۃ نے وجود کی تین قسمیں کی ہیں۔ (۱) واجب الوجود (۲) ممکن الوجود (۳) ممتنع الوجود۔ واجب الوجود کہ جس نظریے کے آپ قائل ہیں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے۔ باقی تمام ماکان و مایکون کا ممکن الوجود میں نام چڑھا ہے۔ ان کا وجود اور عدم مساوی ہیں۔ ان کے وجود و عدم میں سے کسی ایک کی ترجیح کے لئے ایک مرجح کی ضرورت ہے جو ایک جانب کو ترجیح دے۔ وہ مرجح اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ذات خداوندی کا ارادہ باقدرت جس شے کے وجود کے ساتھ لگا وہ موجود ہو گئی اور جس چیز کے عدم کے ساتھ لگا وہ فنا ہو گئی۔ گویا کوئی بھی شے حق تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

فلسفیوں کا نظریہ وجود

خود فلسفیوں کا نظریہ بھی متحد نظر نہیں آتا، وہ لوگ واجب الوجود کے قائل نہیں۔ فلسفی جب ممکن سے واجب کو ثابت کرتا ہے تو معرفت واجب میں حیران ہو جاتا ہے مگر جب فلسفی کی عقل ہستی امور موجود فی الخارج میں غور اور فکر کرتی ہے تو لاچار ہو کر واجب الوجود کا قائل ہو جاتا ہے اگر واجب الوجود کا قائل نہ ہو تو دو خرابیوں میں سے ایک خرابی لازم آئے گی یعنی دور یا تسلسل اس دلیل سے وہ جان لیتا ہے کہ واجب الوجود کا ہونا ضروری ہے لیکن معرفت حقیقی جو عالم کی حقیقی حالت سے حاصل نہ ہو گی کیونکہ معرفت حقیقی نفی غیر حق پر موقوف ہے اور یہ فلسفی حیران شدہ غیر کو ثابت کرتا ہے فی الحقیقت وہ بڑا جاہل ہے جو اشیاء کو معرفت حق کا وسیلہ بناتا ہے۔

باقی صفحہ نمبر ۲۶

چہل مقام صوفیہ ۔ مقام دوم خلوت

صوفی رستم علی سلینگ

اس عنوان کے تحت شاہ ہمدان حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے بیان کردہ چہل مقام صوفیہ کی تشریح پیش کی جاتی ہے۔ خلوت چہل مقام صوفیہ میں دوسرا مقام ہے۔

مقام خلوت کی تشریح سے قبل اس لفظ کے معنی اور مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے جس کے بغیر اس کے ثمرات سے مستفید نہیں ہوا جا سکتا۔ خلوت کے اعتبار سے خلوت تنہائی، علیحدگی اختیار کرنا، گوشہ نشینی، عزلت میں بیٹھنا، خلوت کی جگہ قیام، حجرہ، پوشیدگی، اور علیحدگی میں ملاقات کرنا ہیں۔

شرع ظاہری کی اصطلاح میں رمضان المبارک کے مہینے میں دس دن کسی جامع مسجد میں جا کر ٹھہرنے کو خلوت یا اعتکاف کہتے ہیں۔ جو بالفاظ دیگر مسنون اعتکاف ہے۔

صوفیانہ اصطلاح میں خلوت سے مراد ایک مقررہ وقت کے لئے لوگوں کے میل جول اور دنیوی معاملات سے علیحدگی اختیار کر کے عبادت میں مصروف رہنا ہے جو کم از کم ایک دن رات اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن کی مدت پر محیط ہوتا ہے۔

خلوت، عزلت، اعتکاف، تنہائی اہل تصوف کے نزدیک مترادف الفاظ ہیں جو مفہوم اور مطلب کے لحاظ سے بالکل ایک ہیں۔

خلوت کی دو صورتیں

خلوت کی دو صورتیں ہیں۔ ان میں سے پہلی صورت تو دنیا و مافیہا سے قطع تعلق ہو کر تھوڑی دیر یا زیادہ عرصہ کسی جگہ صرف اور صرف یاد الٰہی میں بیٹھ جانا ہے۔

دوسری صورت باقاعدہ اعتکاف کی نیت سے کسی خانقاہ یا جامع مسجد میں کاروبار زندگی سے الگ ہو کر مکمل یکسوئی کے ساتھ اپنے خالق کی شب و روز بندگی کرنا ہے۔

پہلی صورت۔ فضول گوئی اور بے مقصد زندگی گزارنے کی بجائے اہل تصوف گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے اکثر اوقات ذکر و فکر اور فرائض و نوافل میں گزارتے ہیں۔ بعض اوقات سالکین گھریلو مجبوریوں کی وجہ سے باقاعدہ اعتکاف نشین نہیں ہو سکتے، جس کے باعث سالک کا دل ہر وقت اعتکاف نشینی کے لئے بے چین رہتا ہے۔ ایسی صورت میں بھی خلوت نشینی اس کے زخمی دل کے لئے مرہم اور بے تاب قلب کے لئے باعث تسکین بنتی ہے۔

اہل دنیا یعنی دنیا پرست لوگ دنیا کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہو کر اسی میں محو رہتے ہیں۔ ان کے ہاں آخرت کی زاد راہ تیار کرنے کے لئے فرصت کہاں، چنانچہ وہ مسجدیں آباد کرنے والے اللہ والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس سالکین راہ حق دنیا کی بے ثباتی کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنی تمام تر توجہ یاد الٰہی کی طرف مرکوز کرتے ہیں۔ اور جہاں دنیا پرست ظاہر بین افراد خلوت نشینی کو وقت کا ضیاع اور کاہلی سے تعبیر کرتے ہیں وہاں باطنی نظر والے خلوت نشینی کی روحانی مسرت اور روحانی رفعتوں کا مزہ لیتے ہیں۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی حقیقت سے آشنا ہو کر اپنے وجود کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں وہ خلوت نشین ہو کر ان پاکیزہ ہستیوں کی نقش پا پر چلنے لگتے ہیں جنہوں نے اپنی تمام زندگی راہ حق میں گزاری۔ اور جس کے بدلے میں ارحم الراحمین نے انہیں معنوی مقامات اور کمالات سے سرفراز فرمایا اور عالم دل کی مختلف عجائبات کا مشاہدہ کرایا۔ سالک عشق و مستی کے عالم میں جب اللھم اجعل لی نوراً في قلبي و نوراً في قبري و نوراً في سمعي و نوراً في بصري و نوراً في شعري و نوراً في بشري و نوراً في لحمي و نوراً في دمي و نوراً في مخي و نوراً في عظامي و نوراً من بين يدي و نوراً من خلفي و نوراً عن يميني و نوراً عن شمالي و نوراً من فوقي و نوراً من تحتي "پروردگار میرے دل میں ایک نور پیدا فرما، میری قبر میں ایک نور پیدا فرما، ایک نور میرے کان میں

ایک نور میری آنکھ میں، ایک نور میرے بال میں، ایک نور میری کھال میں، ایک نور میرے گوشت میں، ایک نور میرے خون میں، ایک نور میرے مغز میں، ایک نور میری ہڈیوں میں، ایک نور میرے آگے، ایک نور میرے پیچھے، ایک نور میرے دائیں طرف، ایک نور میرے بائیں طرف، ایک نور میرے اوپر اور ایک نور میرے نیچے پیدا فرما۔ یہ کہہ کر اپنے رب کو آہ و فغاں کے ساتھ پکارنے لگتے ہیں تو مالک ارض و سماں کے دلوں کو انوار سے منور فرماتا ہے۔ جس سے ان کی باطنی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ مکاشفات و مشاہدات اور معاینات کی صلاحیت و استعداد سے مالامال ہو جاتے ہیں۔ یہی تو خلوت کا بے بہا پھل ہے۔ مال و دولت کی ریل پیل اور آرام و آسائش کے سامان اور اہم مناصب پر سرفرازی کے باوجود لوگ پریشان حال اور قلبی اور ذہنی امراض کا شکار نظر آتے ہیں۔ منشیات اور جرائم دن بدن بڑھ رہے ہیں اور دنیا میں ہر جگہ فتنہ و فساد برپا ہے۔۔۔ ایسے میں اگر آپ کو ذہنی سکون، قلبی یکسوئی اور باطن کی صفائی کی تلاش ہے تو آیئے ذرا رحمت دو عالمؐ کی سچی پیروی اطاعت الٰہی اور اولیائے عظام کی پاکیزہ زندگی سے راہنمائی حاصل کریں۔ مادی اسباب سکون پر بھروسہ کرنے کی بجائے اپنا تعلق صالحین کے ساتھ استوار کریں۔ کیونکہ فرمان رسالتؐ ہے کہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ یعنی نیکوکاروں کے تذکرہ کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

ظاہری بات ہے کہ اہل دنیا کے درمیان بیٹھ کر اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا ممکن نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اہل دنیا کے درمیان رہ کر گناہوں سے محفوظ ہونے کا دعویٰ کرے تو اولاً ایسا دعویٰ باطل ہوگا۔ لیکن اگر ایسا دعویٰ درست ہوا تو ایسا دعویدار ضرور اسرار الٰہی سے واقف ہوگا۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی متقی اپنی زبان، آنکھ، ہاتھ پاؤں وغیرہ کو معصیت سے بچا بھی لے تو کم از کم کان جسم کا ایک ایسا حصہ ہے جسے سوائے خلوت نشینی کے کوئی چیز گناہوں سے محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ اگر کسی خوش نصیب کو ایسا ماحول میسر ہو جہاں غیبت، جھوٹ، لہو لعب اور ناپسندیدہ افعال کا تصور ہی نہ ہو تو خلوت ضروری نہیں بلکہ جلوت بہتر ہے۔ اگر کسی کو ایسا ماحول میسر ہو تو وہ اللہ کے پوشیدہ رازوں کا خود بخود مطالعہ کرنے لگے گا۔ بصورت دیگر

جناب امیر کبیر سید علی ہمدانی کے فرمان
چشم بند و گوش بند و لب بہ بند

پر دل و جان سے لبیک کہتے ہوئے خلوت نشینی اختیار کرنا بہتر ہے اور اپنا تعلق مکمل طور پر خالق کائنات سے وابستہ کریں۔

خلوت کے اصول و نتائج

ابتدائی دور۔ خلوت کے ابتدائی دور میں سالک مخلوق سے پوشیدہ ہو کر کسی بیت اللہ کے کونے میں یا اپنے گھر کے خالی کمرے میں یاد خداوندی میں مصروف رہتا ہے۔ یہ اس سالک کی مشقت کا زمانہ ہے۔

دوسرا دور۔ اس دور میں وہ مشقت کی منزل سے گزر کر اکثر و بیشتر موقع ملنے پر خلوت گزین ہو جاتا ہے۔ جس میں سالک اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ اسرار اور عجائبات سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

تیسرا دور۔ تیسرے دور میں "علیحدہ ملاقات" کے تحت ارض و سما کا نور رب ذوالجلال سے موتوا قبل ان تموتوا کے مصداق لقاء الٰہی سے سرفراز ہوتا ہے۔ خلوت کی حقیقی منزل یہی ہے۔

بزرگان صوفیہ نور بخشیہ کی خلوت نشینی

صوفیہ نور بخشیہ کے بزرگوں نے خلوت کی اہمیت کو شدت سے محسوس کیا ہے۔ اکثر بزرگوں نے خلوت کے آداب، شرائط، احکام اور مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ اور شیخ عبدالرحمن اسفرائنی نے باقاعدہ الگ عنوانات کے تحت ان پر کتابیں لکھی ہیں۔ جبکہ دوسرے بزرگوں نے نظم و نثر میں خلوت کے فیوض و برکات اور اہمیت و افادیت کو اجاگر کیا ہے۔ صوفیہ نور بخشیہ کے متاخر بزرگوں میں سے میر شمس الدین عراقی، میر دانیال شہید اور میر مختار اخیار خلوت نشینی کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔ صاحب تحفۃ الاحباب کے مطابق میر شمس الدین عراقی موسم سرما میں مریدوں کو مختلف مقامات پر خلوت کے لئے بٹھاتے تھے۔ ان کی رہنمائی اور راہبری کے لئے اپنے نامور مریدوں کو تعینات کرتے تھے۔ عام طور پر سری نگر میں خانقاہ شاہ ہمدانؒ میں حاجی شمس الدین اندرابی کی زیر نگرانی خانقاہ

باقی صفحہ نمبر 39 پر

حقیقت روح

اے۔این۔لکھن

(ضروری وضاحت: اس مضمون میں جہاں جہاں صوفی یا تصوف کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ انگریزی اصطلاحات (MYSTICISM, SPIRITUALISM) وغیرہ کے ہم معنی ہیں۔ انہیں تصوف اسلامی کے عظیم تر علم پر قیاس نہیں کیا جانا چاہئے جس کا اصل سر چشمہ قرآن و سنت ہیں)

اسرار کائنات میں حقیقت روح سب سے بڑا اور پرانا راز ہے۔ جس کے ادراک سے انسانی عقل ہمیشہ قاصر رہی ہے۔ فلاسفہ کا تو ذکر ہی کیا، انبیاء بھی صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے کہ روح امر الٰہی ہے۔ اور عقل واماندہ کو واماندہ تر بنا گئے۔

آغاز تجسس

آج سے کئی ہزار سال پہلے قدیم مصریوں کے دماغ میں یہ سوالات ابھرے کہ انسان کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے اور کس منزل کی سمت گامزن ہے؟ جب انھوں نے دیکھا کہ ہر سال بہار میں پھول کھلتے ہیں اور پھر جھڑ جاتے ہیں۔ اور اگلی بہار میں دوبارہ نمودار ہو جاتے ہیں، تو خیال آیا کہ حیات غیر فانی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے تحقیق و جستجو شروع کی۔ جو کچھ انہیں معلوم ہوا وہ یا تو پتھر پر لکھ گئے اور یا یہ راز سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا۔ مصریوں کی اس تلاش کو تین آدمیوں نے قلمبند کیا:

سر ای۔اے۔ویلیس، لارڈ لٹن اور مشہور ڈرامہ نویس ڈومہ۔ ان کی تحریریں مختلف رسائل میں شائع ہو چکی ہیں۔ چند اور ممالک مثلاً یونان، روما، ہند اور بابل میں بھی یہ تلاش جاری رہی لیکن سلاطین وقت نے ہمیشہ اس طلب کو ناکام بنانے کی کوشش کی۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ دنیائے دل میں شیخ و برہمن اور تاج و تخت کے معاملات کا گزر نہیں ہو سکتا اور صاحب دل کسی چنگیز و اسکندر کا آلۂ کار نہیں بن سکتا۔

یورپ میں کارپرنیکی پہلا مفکر ہے جس نے ۱۵۴۳ء میں انسان کو ایک روحانی حقیقت ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کیپلر، گلیلیو، نیوٹن اور ڈارون نے بھی اس مسئلے پر کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ انیسویں صدی میں اس موضوع کی طرف زیادہ توجہ کی جانے لگی۔ چنانچہ ۱۸۷۴ء میں سر ولیم کروکس نے ایک کتاب RESEARCH IN THE PHENOMENA OF SPIRITUALISM کے نام سے شائع کی جسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ فرانس کے فزیالوجسٹ RICHET نے اپنی کتاب THIRTY YEARS OF PSYCHICAL RESEARCH میں عالم روح وایتھر کے وجود کا اعلان کیا۔ سر ولیم بیرٹ نے ON THE THRESHOLD OF THE UNSEEN لکھ کر لاتعداد لوگوں کو متاثر کیا۔ وائس ایڈمرل USBORNE MOOR نے غیبی آوازوں پر ایک کتاب THE VOICES کے نام سے لکھی۔ امریکہ کے ایک وکیل ای۔سی۔رینڈل نے بائیس سال کی تلاش کے بعد اپنے مشاہدات و تجربات THE DEAD HAVE NEVER DIED میں منضبط کئے۔ اسی موضوع پر مسٹر F.M. H.MYERS کی کتاب HUMAN PERSONALITY AND ITS SURVIVAL سات سو صفحات کی ایک محققانہ تحریر ہے۔

کہتے ہیں کہ مصیبت میں خدا یاد آتا ہے۔ پچھلی دو عالمگیر جنگوں میں اہل یورپ پر جو کچھ بیتی اس سے سب آگاہ ہیں۔ مرگ و تباہی کے ان زلزلوں اور اشک و خون کے ان مہیب سیلابوں نے لاتعداد دلوں کو لرزا دیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے روح، جسم لطیف، دعا، کاسمک ورلڈ، حیات بعد الموت، تعلق باللہ، حقیقی مسرت اور دیگر متعلقہ مسائل پر سیکڑوں نہیں ہزاروں کتابیں نکل آئیں۔ یہ لکھنے والے وہم پرست عوام نہیں تھے بلکہ ان کی اکثریت سائنسدانوں، ڈاکٹروں، پروفیسروں اور فلسفیوں پر مشتمل تھی۔ یورپ گزشتہ ڈیڑھ سو برس سے دنیا کو علوم و فنون کا درس دے رہا ہے۔ اور اب اس امر کے آثار پیدا ہو گئے ہیں کہ شاید روحانیت میں بھی مغرب دنیا کی رہنمائی کرنے لگے۔ اس وقت یورپ میں روحانی تجربات کے سلسلے میں بیسیوں تجربہ گاہیں موجود ہیں۔ جن میں بڑے بڑے صوفی پروفیسر اور فلاسفہ مصروف کار ہیں۔ ان تحقیقات سے زندگی کے بہت سے پوشیدہ پہلو سامنے آگئے۔ جن کا مختصر ذکر درج ذیل ہے۔

جسم لطیف

یہ حقیقت اب تسلیم کی جا چکی ہے کہ ہمارے جسم خاکی کے اندر ایک اور جسم داخل ہے، جو آبی سے زیادہ لطیف ہے۔ حقیقی انسان وہی ہے۔ یہ جسم خاکی فانی ہے اور وہ جسم غیر فانی۔ جب ہم سو جاتے ہیں تو یہ جسم لطیف خاکی جسم سے نکل کر ادھر ادھر گھومنے چلا جاتا ہے۔ (جسے ہم خواب کہتے ہیں) یہ دونوں جسم ایک لطیف بندھن سے باہم بندھے ہوئے ہیں، اور جب کسی حادثے یا بیماری سے یہ بندھن کٹ جاتا ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ ورنہ نیند کے بعد جسم لطیف جسم خاکی میں واپس آ جاتا ہے۔

اس حقیقت کو قرآن یوں بیان کرتا ہے۔ اللہ یتوفی اللنفس حین موتھا والتی ھم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت و یرسل اللاخری الی اجل مسمی ط ان فی ذالک لا آیات لقوم یتفکرون O (الزمر:۴۲)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جو روحوں کو قبض کرتا ہے۔ موت کے وقت اور نیند میں۔ وہ مرنے والوں کی روحوں کو اپنے ہاں روک لیتا ہے، لیکن باقی ارواح کو ایک خاص میعاد کے لئے ان اجسام میں دوبارہ بھیج دیتا ہے۔ اس حقیقت میں اہل فکر کے لئے کچھ اسباق موجود ہیں

مشہور صوفی پادری لیڈ بیٹر لکھتا ہے۔

تم جسم نہیں ہو یہ جسم تمہاری قیام گاہ ہے۔ اجسام محض خول ہیں جنہیں ہم موت کے وقت یوں پرے پھینک دیتے ہیں جس طرح کپڑے اتار دیئے جائیں۔

ڈاکٹر الیکسز کیرل کا قول ہے۔

انسان اپنے جسم سے عظیم تر ایک چیز ہے، اور وہ اس ماحول خاکی سے باہر چھلک رہا ہے

اورا (AURA)

مغربی صوفیوں کا خیال ہے کہ انسان کے جسم سے مختلف رنگ کی شعاعیں نکلتی ہیں جو جسم کے ارد گرد ایک ہالہ سا بناتی ہیں۔ یہ شعاعیں ہر آدمی خارج کرتا ہے، خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ فرق یہ ہے کہ نیک و بد کی شعاعوں کا رنگ حسب کردار مختلف ہوتا ہے۔ موت سے عین پہلے یہ اورا نیگوں مائل بہ سیاہی ہو جاتا ہے۔ ایک اور نظریہ یہ ہے کہ ہر انسان اپنے اعمال کے مطابق ایک ماحول یا (ATMOSPHERE) اپنے ارد گرد بنا لیتا ہے۔ بدکار کا ماحول دیوار کی طرح سخت ہوتا ہے، جس سے نہ کوئی فریاد یا دعا باہر جا سکتی ہے اور نہ کاسمک ورلڈ کے عمدہ اثرات اندر آ سکتے ہیں۔ ایسا آدمی خفیہ طاقتوں کی امداد سے محروم ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ قرآن حکیم کے حجاب، غشاوہ (پردہ)، سد (دیوار) اور غلف (غلاف) سے مراد یہی ماحول ہو۔ ڈاکٹر کرینگٹن کا خیال یہ ہے۔

اورا وہ غیر مرئی مقناطیسی روشنی ہے جو انسان کے جسم سے خارج ہوتی ہے۔ یہ یا تو دوسروں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور یا پرے دھکیل دیتی ہے۔

اس قسم کی شعاعوں سے انکار ناممکن ہے کیونکہ بعض افراد کی طرف کھنچنا اور بعض افراد سے دور بھاگنا ہمارا روزانہ کا تجربہ ہے۔ یہ لوگ جسم لطیف کی شعاعوں سے دنیا کو کھینچتے ہیں اور دنیا عقیدت، ایمان اور تعظیم کے تحائف لے کر ان کے ہاں جاتی ہے۔ دوسری طرف جسمانی شعاعیں بعض سفلی جذبات میں تو ہیجان پیدا کر سکتی ہیں لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتیں

کاسمک ورلڈ (COSMIC WORLD)

کاسمک ورلڈ سے مراد اسثر یا ایثر ہے۔ روحیں اسی دنیا سے آتی اور واپس جاتی ہیں۔ جن اور فرشتے یہیں رہتے ہیں۔ اسکے تین طبقے بتائے جاتے ہیں۔ نچلے طبقے میں گناہگار اپنے اعمال کی سزا بھگت رہے ہیں۔ دوسرے طبقے میں متوسط درجے کے اچھے لوگ آباد ہیں۔ تیسرے طبقے میں بلند مرتبہ فلاسفہ، اولیاء اور انبیاء رہتے ہیں۔

فلسفہ دعا و عبادت

دعا و عبادت کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے دو چیزوں کی تشریح ضروری ہے۔

اول۔ الفاظ

ماہرین روحانیت کے ہاں ہر حرف کا ایک خاص رنگ اور اس میں ایک خاص طاقت ہوتی ہے۔ غیب بینوں (CLAIRVOYANTS) نے حروف کو لکھ کر تیسری آنکھ

سے دیکھا تو انہیں الف کا رنگ سرخ، ب کا رنگ نیلا، د کا سبز، اور س کا زرد نظر آیا پھر ان کے اثرات کا جائزہ لیا تو بعض الفاظ کے پڑھنے سے بیماریاں جاتی رہیں ۔ بعض سے بچھو کے ڈنگ کی تکلیف غائب ہو گئی ۔ اور بعض کی مدد سے سانپ تک پکڑے گئے ۔ اولیاء اور انبیاء کی روحانی قوت بہت زیادہ ہوتی ہے ۔ ان کے کلمات میں حیرت انگیز طاقت پائی جاتی ہے ۔ اتنی طاقت کہ ایک صاحب دل ان سے خطرناک امراض و آلام تک دور کر سکتا ہے ۔ وحی جبریل کا لایا ہوا کلام (الہی) ہے اور اسی لئے صحائف الہامی کا ہر لفظ قوت کا ایک خزانہ ہوتا ہے ۔ یوں کہہ لیجئے کہ الہامی الفاظ توانائی سے بھرپور ہیں ۔ تعویذ کی طاقت کا راز بھی یہی ہے ۔

مشہور مغربی صوفی لیڈ بیٹر لکھتا ہے ۔

ایک تعویذ یا ٹوٹکہ جس میں کوئی زبردست مقناطیسی شخصیت کسی خاص مقصد کے لئے مقناطیسی طاقت بھر دے، بہت مفید ثابت ہوتا ہے ۔

پادری لیڈ بیٹر یورپ کے مشہور صوفیاء میں سے تھے ۔ ان کی وفات ۱۹۳۵ء میں ہوئی یہ جسم لطیف میں دور دور تک پرواز کرتے اور مخفی اشیاء کو دیکھ سکتے تھے ۔ وہ لکھتے ہیں ۔

ہر لفظ ایتھر یعنی ایثر ایک شکل اختیار کر لیتا ہے ۔ مثلاً لفظ نفرت اس قدر بھیانک صورت میں بدل جاتا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے یہ صورت دیکھ لی اور اس کے بعد مجھے یہ لفظ استعمال کرنے کی جرأت نہ ہوئی ۔ اس منظر سے مجھے انتہائی ذہنی کوفت ہوئی ۔

اس کتاب میں اس قسم کے دو اور واقعات بھی درج ہیں

۱ ۔ ایک محفل میں چند احباب گفتگو میں مصروف تھے اور میں ذرا دور بیٹھ کر ان کے اجسام لطیفہ کا مشاہدہ کر رہا تھا ۔ ایک نے کسی بات پر زور سے قہقہہ لگایا ساتھ ہی کوئی پھبتی کس دی، اور معاً اس جسم لطیف پر گہرے رنگ پر نسواری رنگ کا ایک ایسا جالا تن گیا، جسے دیکھ کر انتہائی کراہت پیدا ہوئی ۔

پادری لیڈ بیٹر نے ایک آدمی کے جسم پر بے شمار پھوڑے اور ناسور دیکھے جن سے پیپ کے چشمے رواں تھے ۔ پادری اس آدمی کو اپنے ہاں لے گیا ۔ زبور کی چند آیات اسے پڑھنے کو دیں اور تقریباً دو ماہ کے بعد اس کا جسم لطیف بالکل صاف ہو گیا ۔

الہامی الفاظ اور اسمائے الہی میں اتنی طاقت ہے کہ ان کے ورد سے ہماری پریشانیاں اور بیماریاں دور ہو جاتی ہیں ۔ مسلمان اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ ان کے پاس اللہ کے ننانوے صفاتی نام مثلاً رحیم، کریم، غفور وغیرہ موجود ہیں ۔ جنہیں حسب حاجت پکارا جا سکتا ہے ۔ لیکن یہ سہولت دیگر مذاہب میں موجود نہیں ۔ عیسائیوں کے پاس صرف گاڈ کا لفظ ہے اور ہندوؤں کے پاس صرف اوم ۔ الفاظ کی یہ طاقت اصل حروف میں ہوتی ہے اگر کسی لفظ کا ترجمہ کر دیا جائے تو وہ بات نہیں رہتی اور اثر بدل جاتا ہے ۔ جو طاقت رحیم میں ہے وہ مہربان میں نہیں ۔ قوت کا جو خزانہ الہامی الفاظ اور حضور کی تجویز کردہ دعاؤں میں ہے وہ ہمارے ایجاد کردہ الفاظ میں نہیں ہو سکتی

ہر لفظ یونٹ یا ایٹم ہے جسے اندرونی جذبات کی بجلیاں برقاتی ہیں اور اس کے اثرات اس عالم خاکی اور عالم لطیف (کاسمک یا اسٹرل ورلڈ) دونوں میں نمودار ہوتے ہیں ۔ اس کی ایک ہلکی سی مثال گالی ہے ۔ گالی کسی تلوار یا توپ کا نام نہیں بلکہ یہ چند ایک الفاظ کا مجموعہ ہے ۔ لیکن منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہی مخاطب کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے ۔ یہ آگ کہاں سے آتی ہے؟ الفاظ کے اس مجموعہ سے ۔

اس کی ایک اور مثال وہ کراہ یا چیخ ہے جو کسی دکھیا کے منہ سے نکل کر تمام ماحول کو بے چین کر دیتی ہے ۔ یا وہ تقریر ہے جو کوئی آتش بیان جرنیل بے ہمت فوج کے سامنے جھاڑتا ہے اور ہر سپاہی کے اندر اس قدر آگ بھر دیتا ہے کہ وہ موت کے سیلابوں اور طوفانوں سے بھی نہیں بجھ پاتی ۔

بائبل میں ہے ۔

خدا کے ایک لفظ سے آسمان پیدا ہوئے ۔

بائبل میں آغاز آفرینش کا بیان یوں درج ہے ۔

شروع میں اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ۔ اس وقت زمین ویران اور سنسان تھی ۔ سمندروں پر اندھیرا چھایا ہوا تھا اور اللہ کا تخت پانیوں پر تیر رہا تھا ۔ پھر

خدا نے کہا اجالا ہو جائے اور فوراً اجالا ہو گیا ۔ تو یہ تھے وہ الفاظ جن سے کروڑوں آفتاب و ماہتاب وجود میں آئے اور کائنات کے در و دیوار تجلیوں سے چمک اٹھے ۔

اس عظیم الشان لفظ کو جس کی قوت سے کل کائنات وجود میں آئی، قرآن حکیم نے کن سے تعبیر کیا ہے ۔

شیخ ابو بکر نساج

غلام حسن نور بخش ایم ۔ اے

آپ کی کنیت ابو بکر تھی اور والد کا نام عبداللہ تھا اور ابو بکر نساج کے نام سے مشہور ہوئے ۔ آپ ایران کے شہر طوس کے رہنے والے تھے اور جولاہے کا کام کرتے تھے اسی مناسبت سے ابو بکر نساج کے نام شہرت رکھتے تھے ۔

آپ حضرت شیخ ابو القاسم گرگانی کے شاگرد اور مرید تھے گرگانی کی وفات کے بعد ان کا خلیفہ مجاز بنے اور خلق خدا کی تعلیم و تربیت کرنے لگے ۔ شیخ ابو الفتوح احمد غزالی اور امام محمد غزالی آپ کے شاگرد اور مرید تھے ۔ ۴۸۷ھ میں آپ کی وفات کے بعد شیخ احمد غزالی ہی آپ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے ۔

کلمۃ الثناء

آپ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم ، عارف اور ولی اللہ تھے ۔ مختلف تذکرہ نویس آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور ایک عالم آپ کی روحانی وجاہت اور باطنی قدر و منزلت کا معترف ہے ۔ ذیل میں بعض اقوال نقل کئے جاتے ہیں:

سید محمد نور بخش

كان من اكمل الاولياء والمرشدين متعيناً فى زمانہ بالكشف و الحقائق و لارشاد بين الاقطاب و الافراد و الاوتاد ۔ آپ اولیائے مرشدین میں کامل ترین تھے ۔ اپنے زمانے کے اقطاب ، افراد ، اور اوتاد میں کشف ، حقائق اور اور ارشاد میں معروف تھے ۔

ولہ فى الاحوال و المقامات و المكاشفات و المشاہدات و تجليات الذات و الصفات لحدة الفراسة و الكرامات و كثرة المجاهدة و الرياضات شان عظیم و مقام جلیہ آپ کی احوال ، مقامات ، مکاشفات ، مشاہدات ، تجلیات ذات و صفات فراست ، کرامات ، مجاہدہ ، اور ریاضات میں شان عظیم اور مقام بڑے ہیں ۔

سید محمد نور بخش صحیفۃ اولیاء میں اپنے سلسلہ طریقت کے ذیل میں لکھتے ہیں ۔

دگر شیخ ابو بکر نساج بود
کہ گوئے طریقت زمیدان ربود

صحیفۃ اولیاء صفحہ ۳۴

جان محمد قدسی

نسبت او بشیخ ابو بکر است
کہ ز قید تردد و شک رست

تحفۃ الاحباب صفحہ ۲۹۴

شیخ ابو القاسم گرگانی شیخ ابو بکر نساج سے نسبت رکھتے تھے جو شکوک و شبہات اور تردد و ارتیاب سے آزاد تھے ۔

احمد مجاہد

شیخ ابو بکر نساج اس زمانے کے اکابر مشائخ میں سے تھے آپ شہر طوس کے رہنے والے تھے تاہم آپ کی خانقاہ نیشاپور میں تھی ۔ آپ شیخ ابو القاسم گرگانی کے مرید تھے ۔ آپ کی نسبت خرقہ چار واسطوں سے جنید بغدادی اور چھ واسطوں سے معروف کرخی کے ساتھ ہے ۔

سلطان طریقت صفحہ ۳۸

شاہ نعمت اللہ کرمانی

پیر نساج شیخ ابو القاسم
مرشد عصر و ذاکر دائم

طرائق الحقائق جلد اول

معصوم علی شیرازی

سراج الوہاج ، قبلۃ المحتاج للمساكين المنہاج للعارفين تاج شیخ ابو بکر بن عبداللہ طوسی النساج

طرائق الحقائق جلد دوم صفحہ ۵۲۳

مرزا ثابت علی

پیر وی بر فرق مردان تاج بود
شیخ ابو بکر است و خود نساج بود

ریاض السیاحہ صفحہ ۳۴۷

ریاضت

ریاضت و مجاہدہ راہ فقر و سلوک میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں جب تک طویل عرصہ تک رنج و مشقت اور ریاضت و مجاہدہ برداشت نہ کرے تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلیہ روح ممکن نہیں ہوتی ۔ چنانچہ بزرگوں نے ریاضت کرنے پر بہت زور دیا ہے ۔ اس کی بدولت انسان کی روح اور باطن نکھرتی اور کدورتیں دور ہوتی ہیں اور دل و نگاہ صاف و شفاف اور نفس پاک و صاف ہو جاتا ہے ۔ میر سید محمد نور بخش بھی فرماتے ہیں کہ۔

اگر باب ریاضت بر آوری غسلی
ہمہ کدورت دل تا صفا توانی کرد

یعنی اگر تم ریاضت و مجاہدہ اور رنج و مشقت کے پانی سے غسل کرو تو اس کے ذریعے تم اپنے دل کی کدورتوں کو دور کر سکتے ہو۔

حضرت شیخ ابو بکر نساج بھی لمبی لمبی اور کٹھن ریاضتیں بجالایا کرتے تھے ۔ چنانچہ سلطان طریقت نامی کتاب کے مصنف لکھتے ہیں۔

اوائل طلب میں آپ نے بہت زیادہ ریاضت و مجاہدہ کھینچا یہاں تک کہ آپ ہستی موہوم سے آزاد ہو گئے تھے۔

معصوم علی شیرازی لکھتے ہیں۔

آپ ایک لحہ بھی ریاضت سے غافل نہ رہتے تھے۔

ریاضت و مجاہدہ اور تائید و نصرت ایزدی جب کسی خوش نصیب کے حصے میں آتی ہے تو ایسے خوش نصیب میں امید و انہماک کی فراوانی ہو جاتی ہے اور وہ اعمال صالحہ کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ مختلف غیبی فتوحات کا انتظار بھی کرنے لگتا ہے۔ آخر کار وہ اس نعمت الٰہی سے بہرہ ور ہو جاتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اسے مکاشفہ، مشاہدہ، اور معائنہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے ۔ اور کشف و شہود کے مراحل سے گزارتا ہے۔

حضرت ابو بکر نساج کے ذوق و شوق اور ریاضات میں انہماک کے بارے میں مولانا جامی اور معصوم علی شیرازی کا بیان ہے کہ

کہتے ہیں کہ آپ نے راہ سلوک میں قدم رکھتے ہی بہت زیادہ مجاہدہ کیا اور ریاضات و سختیاں برداشت کیں مگر کوئی مشاہدہ نہیں ہوا ۔ ذوق و شوق سے درگاہ خداوندی میں فریاد و التجا کی ، تو یوں ندا آئی کہ

اے نساج ، تو بندہ محتاج ہے درد طلب پر قناعت کرو۔ تمہیں وصال یار سے کیا کام؟

آنکس کہ بیافت دولتی یافت عظیم
وآنکس کہ نیافت درد نایافت بس است

طرائق الحقائق جلد دوم صفحہ ۵۴۳

چنانچہ آپ بدستور پھر عبادت و ریاضت کرنے لگے اور اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوب خوب انتظار کے بعد مشاہدہ حق کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔

مقبول بارگاہ حق

جب کوئی خوش نصیب بارگاہ خداوندی تک رسائی کے لئے تڑپتا ہے اور اس سے لو لگاتا ہے تو صحیح عقیدے کے ساتھ نیک اعمال بجالاتا ہے ۔ اعمال صالح کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ ریاضتیں کرتا ہے ۔ نیز لذتوں ، نفسانی خواہشات ، لمبی لمبی امیدوں ، دنیا کی محبت اور حرص و ہوا کو خیرباد کہہ دیتا ہے ۔ دنیا اور دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے بے نیاز ہو کر خالق حقیقی کو اپنی امیدوں کا مرکز اور توجہ کا محور بنا لیتا ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ بھی اسے چاہتا ہے ۔ چنانچہ ایسے بندوں کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے **یحبھم و یحبونہ** وہ ان کو چاہتا ہے تو وہ بھی اسے چاہتے ہیں اس طرح آدمی اللہ کا محبوب اور اللہ ایسے انسانوں کا محبوب بن جاتا ہے۔

حضرت شیخ ابو بکر نساج کے بارے میں حضرت شیخ احمد غزالی کے نامور مرید عین القضات ہمدانی رقمطراز ہے کہ

عین القضاۃ اپنے شیخ احمد غزالی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار شیخ ابو بکر نساج نے مناجات میں فرمایا ۔ اے اللہ میرے پیدا کرنے میں کیا حکمت تھی ۔ تو فوراً ندا آئی

الحکمۃ فی خلقک رویتی فی مرات روحک و

محبتی فی قلبک تمہاری تخلیق میں یہ حکمت تھی کہ تمہاری روح کے آئینے میں میری رویت اور تمہارے دل میں میری محبت ہو۔

نفحات الانس صفحہ ۳۷۰، سلطان طریقت صفحہ ۳۹

تعلیمات

دیدار مطلوب

آپ سے پوچھا گیا کہ دیدار مطلوب کیونکر ہو سکتا ہے؟ فرمایا کہ محبوب کو چشم صدق کے ذریعے آئینہ طلب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

نفحات الانس صفحہ ۳۷۰

خیال اور عمل

جس طرح پانی کو یاد کرنے سے پیاس نہیں بجھتی اور آگ کی یاد حرارت نہیں دیتی اسی طرح دعوائے طلب مطلوب تک نہیں پہنچاتا

ایضاً صفحہ ۳۷۰

یاد محبوب

جب تک ہستی موہوم بلکہ ختم نہ ہو جائے اور دل کی آنکھ کو غیرت کے ذریعے غیر اللہ کی دید سے سی نہ ڈالے روح کا خلوت خانہ تجلیات محبوب سے روشن نہیں ہوتا کیونکہ کاشت شدہ زمین میں پھر کاشت نہیں کی جاتی اور لکھے ہوئے کاغذ پر دوبارہ لکھا نہیں جاتا

ایضاً صفحہ ۳۷۰

توکل

توکل یہ ہے کہ عطا اور منع دونوں کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے سمجھے۔

ایضاً صفحہ ۳۷۰

وفات

آپ نے ۴۸۷ھ میں وفات پائی۔ کسی نے تاریخ وفات یوں کہی ہے۔

چو او دار فنا بوبکر نساج
مقامے یافت اندر قرب محبوب

چو سال ارتحال او بخواہی
بگو قطب جہاں بو بکر مطلوب

طرائق الحقائق جلد دوم صفحہ ۵۹۳

بقیہ شریعت محمدیہ

اور عملی تربیت کا اہتمام کرنا چاہئے، تاکہ بالغ ہوتے ہی اسے شرعی احکام کی بجاآوری میں کوئی دشواری پیش نہ آسکے۔

اہل ایمان کی ذمہ داری

بچے چونکہ ایک حد تک مستقبل کے معمار ہوا کرتے ہیں لہٰذا ان کی ذہنی تربیت اپنی ہی روحانی تربیت گاہوں میں کی جائے۔ اگر اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں ہم ناکام رہ جائیں تو اس کا نہایت ہی غیر مفید نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔ ہمارا معنوی دائرہ وسعت اختیار کرنے کے بجائے گھٹتا جائے گا۔ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے صوفیانہ اسلامی معاشرے کے افراد اپنے بچوں کی ذہنی تربیت اور عملی تربیت دونوں کی انجام دہی کے لئے اپنی روحانی تربیت گاہوں کو چھوڑ کر بیگانے ماحول کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں، اس کا بھیانک انجام سب کے سامنے ہے۔ اہل ایمان کو اپنی اس عظیم معنوی ذمہ داری کا حقیقی احساس ہونا چاہئے۔

(جاری ہے)

بقیہ الفرآن

ثبوت یہ ہے کہ الم اور دوسرے حروف مقطعات پر کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا۔ اگر اس قسم کے حروف کے استعمال کا رواج نہ ہوتا تو مسلمان نہ ہی کفار اور مشرکین ضرور اعتراض کرتے کہ ان بے معنی حروف کے نزول کا کیا مقصد ہے۔

مگر عامۃ الناس کو ایسے حروف اور متشابہات کے پیچھے پڑنے کی بجائے آیات محکمات سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ قرآن کو سمجھنا اور ہدایت کا حصول ان حروف کے سمجھنے پر منحصر نہیں ہے۔

(جاری ہے)

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

غلام حسن نور بخش ایم۔اے

حضرت امام حسنؑ ائمہ اثنا عشر میں دوسرے امام ہیں۔ آپ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رسول اللہؐ کے نواسے، حضرت فاطمہؑ و حضرت علیؑ کے لخت جگر اور حضرت سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کے برادر حقیقی تھے۔ سید سبط، امین، حجت، ذکی اور مجتبیٰ آپ کے القاب ہیں۔ آخری لقب زیادہ مشہور ہے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰؑ نے حضرت علی مرتضیٰؑ اور جنابہ فاطمہ الزہراؑ سے تعلیم و تربیت پائی اور رسول اکرمؐ کی آغوش نبوت میں روحانی و معنوی مقامات طے کیں۔ جب رسول اللہ زندہ تھے آپ رسول اللہؐ کی خدمت اقدس سے فیض یاب ہوتے رہے۔ رسول اللہؐ کے بعد آپ مولائے متقیان حضرت علیؑ کے سفر و حضر میں ساتھ رہے۔ آپ نے بہت سی جنگوں میں بھرپور حصہ لیا اور کفار کے خلاف شجاعت و مردانگی کے جوہر دکھائے۔ آپ کو نیکیاں کرنے اور اعمال صالحہ بجالانے کا اس قدر اشتیاق تھا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے دور دراز سفر کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے اس فوجی دستے میں بھی شرکت کی تھی جو قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اسی طرح آپ نے مدینہ منورہ سے شام اور ترکی کا سفر بھی اختیار کیا۔

فضائل و مناقب

آپ کے فضائل اور مناقب میں بہت سی احادیث مروی ہیں جن میں سے چند ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ابو نعیم اصفہانی حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ حضرت امام حسنؑ کو کاندھے پر بٹھائے تشریف لائے۔ اس حالت میں آپ نے فرمایا کہ جو مجھے دوست رکھتا ہو چاہئے کہ اسے دوست رکھے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ حضرت حسن و حسینؑ اہل جنت کے سردار ہیں۔

اور حدیث میں فرمایا ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ میرے گل ریحان اور گلاب ہیں۔

شیخ عباس قمی منتہی الآمال میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ حسنؑ میرا فرزند ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے دو مسلمان گروہوں میں صلح فرمائے گا۔

ایک دفعہ رسول اللہؐ نماز میں مصروف تھے کہ حضرت امام حسن تشریف لائے۔ جب رسول اللہؐ سجدے میں گئے تو آپ پشت نبوی پر سوار ہوگئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضور پاکؐ نے آپ کو گود میں لے لیا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور آپ اس کے ساتھ بہت شفقت و پیار فرماتے ہیں۔ فرمایا "ہاں یہ تو میرا گل ریحان اور پھول ہے۔"

زہد و تقویٰ

حضرت امام حسنؑ بہت عبادت گزار اور زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ روایت ہے کہ جب آپ وضو کرتے تھے تو آپ کا چہرہ مبارک زرد پڑجاتا تھا اور جسم کا جوڑ جوڑ ڈھیلا پڑجاتا اور آپ خشیت الٰہی سے کانپنے لگتے تھے۔ نماز کے دوران بھی آپ کا جسم خوف الٰہی سے لرزتا تھا۔

آپ نے ۲۵ بار پاپیادہ حج بیت اللہ ادا کیا تھا اور دو بار اپنے پاس موجود مال و متاع راہ خدا میں لٹا دیا تھا۔

خلافت

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد کوفہ کے مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت علیؑ کی شہادت سے پہلے حضرت علیؑ اور امیر معاویہ کے درمیان خونریز جنگ ہو چکی تھی۔ حضرت علیؑ کی

شہادت تھی انہی جنگوں کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؑ اور امیر معاویہ کے درمیان جنگ کا خطرہ بڑھ گیا۔ حضرت امام حسنؑ خود جنگ کے لئے شام کی طرف روانہ ہوئے مگر آپ کے ساتھیوں نے آپ کو دھوکا دے دیا۔ انہوں نے درپردہ امیر شام کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعے ربط و ضبط بڑھایا۔ جب لڑنے کا موقع آیا تو مختلف حیلوں بہانوں کے ذریعے آپ سے علیحدگی اختیار کی۔ چنانچہ آپ کو مجبوراً امیر شام کے ساتھ صلح کرنی پڑی۔

مورخین کے مطابق صلح کے شرائط اس طرح کے تھے:

۱۔ امیر معاویہ قرآن و سنت اور خلفائے راشدین کی سیرت کے مطابق نظم و نسق چلائے گا۔

۲۔ حضرت علیؑ اور آل علیؑ کے خلاف سب و شتم نہیں کیا جائے گا۔ اور حامیان علیؑ کے خلاف انتقامی کاروائی نہیں کی جائے گی۔

۳۔ امیر معاویہ کے بعد حکومت حضرت امام حسنؑ کو ملے گی۔

۴۔ بیت المال سے ایک حصہ اور مضافات فارس کی محصولات فارس کی محصولات حضرت حسنؑ کو ملیں گی۔

۵۔ حجاز اور عراق کے باشندوں پر کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا جائے گا۔

امیر شام نے یہ شرائط منظور کیں اور امام حسنؑ خلافت سے دستبردار ہوگئے۔

خلافت سے دستبرداری کے وقت عجیب حالت تھی لوگ زبانی طور پر آپ کی مدد و حمایت پر کمربستہ تھے جب کہ اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو درپردہ امیر شام کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ جب جنگ کرنے کا حکم دیتے تو حیلے بہانوں کے ساتھ حکم کی خلاف ورزی کرتے۔ جب آپ نے صلح کرلی تو بھی لوگوں نے آپ کی مخالفت ترک نہیں کی۔

۔ مگر آپ نے مخالفین اور دوستوں کے اعتراضات کو مسترد کر لیا اور صلح کی شرائط پر سختی سے پابند رہے۔ اس طرح مسلمانوں کے درمیان ہونے والی خانہ جنگی کا خاتمہ ہوگیا۔

امیر شام کے ساتھ صلح کرنے اور خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد آپ نے ہمیشہ کے لئے کوفہ کو خیرباد کہا اور مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کی اور مخلوق خدا کو رشد و ہدایت فرماتے رہے۔

وفات

آپ کی شہادت زہر کے نتیجے میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ وصال اور سن وصال میں اختلاف ہے۔ بعض ۵ ربیع الاول اور بعض ۲۸ صفر لکھتے ہیں۔ اسی طرح بعض کے نزدیک سال وفات ۴۹ھ، بعض کے نزدیک ۵۰ھ اور بعض کے نزدیک ۵۱ھ ہے۔ آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

ولایت و امامت امام حسنؑ

حضرت امام حسنؑ رسول اللہؐ اور حضرت علیؑ کے تربیت یافتہ تھے

آپ ظاہری و باطنی علوم میں حضرت علیؑ کے شاگرد، مرید اور خلیفہ تھے

امیر سید محمد نور بخشؒ کی

(۱) صحیفۃ اولیاء (۲) رسالہ کشف الحقائق، میر سید علی ہمدانیؒ کی (۱) سلسلۃ الاولیاء (۲) الطالقانیہ (۳) داؤدیہ (۴) فقریہ (۵) کتاب الفتوت، شمس الدین لاہجی کی شرح گلشن راز، محمد علی کشمیری کی تحفۃ الاحباب کسی میں بھی آپ کا اسم مبارک موجود نہیں ہے۔

تاہم اہل نوربخشیہ بلکہ جملہ اہل اسلام ان بارہ مقدس ہستیوں کا یکساں احترام کرتے ہیں۔ پس حضرت امام حسنؑ بہت بڑے ولی اللہ ہیں آپ کی ولایت اور امامت میں شک کرنا درست نہیں ہے۔

کیونکہ سلسلہ ہائے تصوف میں شروع سے اب تک مرید و مرشد کا نظریہ عملاً موجود رہا ہے۔ مرشد کے لئے استاد، پیر اور شیخ جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ جبکہ مرید کے لئے شاگرد اور ارادتمند کے الفاظ۔ تاریخی لحاظ سے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ دونوں سلطان الاولیاء، حضرت علی مرتضیٰؑ کے شاگرد، مرید، اور بیٹے ہیں۔ چونکہ حضرت امام حسنؑ کے فیض یافتہ کسی مرید نے آپ کی تعلیمات کو آگے نہیں بڑھایا اس لئے آپ سے

باقی صفحہ نمبر ۲۱ پر

گلشن نعت

حضرت ابو طالب بن عبد المطلب

(المتوفی ۶۲۰ء)

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم — حتی اوسد فی التراب دفینا
فاصدع بامرک ماعلیک غضاضۃ — وابشر وقربذاک منک عیونا
ودعوتنی و زعمت انک ناصحی — ولقد صدقت وکنت ثم امینا
وعوضت دینا لا محالۃ انہ — من خیر ادیان البریۃ دینا
لو لا الملامۃ او حذار مسبۃ — لوجدتنی سمحا بذاک مبینا

خدا کی قسم وہ اپنی جمعیت کے ساتھ تجھ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب تک مجھے دفن کر کے مٹی میں ٹیک لگا کر لٹا نہ دیا جائے۔
تو اپنا کام کیے جا تجھ پر کسی قسم کی تنگی نہیں ہے اور اس کام کے ساتھ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیے جا۔
اور تو نے مجھے دعوت کی اور تیرا خیال ہے کہ تو میرا خیر خواہ ہے۔ تو نے سچ کہا، اور پھر تو تو ایک امانت دار رہ چکا ہے۔
اور تو نے وہ دین پیش کیا جو یقیناً دنیا کے ادیان میں بہترین دین ہے۔
اگر ملامت کا خوف اور سبکی کا اندیشہ نہ ہوتا تو اس دین کو قبول کر لینے میں تو یقیناً مجھے برملا فراخ دل پاتا۔

حضرت فاطمۃ الزہرا

(المتوفی ۶۳۲ء)

ماذا علی من شم تربۃ احمدا — الا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انھا — صبت علی الایام عدن لیالیا

جس نے ایک مرتبہ بھی خاک پائے احمد مجتبیٰ سونگھ لی تعجب کیا ہے اگر وہ ساری عمر کوئی اور خوشبو نہ سونگھے۔

حضور کی جدائی میں وہ مصیبتیں مجھ پر ٹوٹی ہیں کہ اگر یہ مصیبتیں دنوں پر ٹوٹتیں تو دن راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

حضرت حسان ابن ثابت

(المتوفی ۶۳۴ء)

وقال اللہ ۔ قد ارسلت عبدا یقول الحق ان نفع البلاء
شھدت بہ فقوموا صدقوہ فقلتم ۔ لا نقوم و لا نشاء

اور اللہ نے کہا کہ ہم نے ایک بندے کو بھیجا ہے جو حق بات کہتا ہے، اگر آزمائش نفع بخش ہو (تو اس کی صداقت کو آزمالو) ہم نے اس کی صداقت پر گواہی کی، تم بھی کھڑے ہو جاؤ اور اس کی صداقت پر گواہی دو۔ مگر تم نے یہی کہا کہ ہم ایسا نہ کریں گے اور نہ یہ چاہتے ہیں۔

بطیبۃ رسم للرسول و معھد منیر وقد تعفوا الرسوم و تھمد
ولا تنحمی الایات من دار حرمۃ بھا منبر الھادی الذی کان یصعاد

طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نشانات ہیں اور آپ کا بصیرت افروز مرکز ہے، دنیا کے نشانات مٹتے رہتے اور پرانے ہوتے رہتے ہیں۔

لیکن نشانیاں حرم پاک کی نہیں مٹ سکتیں جہاں ہادی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر ہے جس پر آپ چڑھا کرتے تھے۔

حضرت علی مرتضی

(الشہید ۶۶۱ء)

امن بعد تکفین النبی ودفنہ باثوابہ اسي علی ھالک ثوی
زرانا رسول اللہ فینا فلن نری بذاک عدیلا ما حیینا من الروی
وکان لنا کالحصن من دون اھلہ لہ معقل حرز حریز من الروی
وکنا بمراہ نری النور و الھدی صباحا مساء راح فینا اواغتدی
لقد غشیتنا ظلمۃ بعد موتہ نھاراً فقد زادت علی ظلمۃ الدجی
فیاخیر من ضم الجواغ والحشا و یاخیر میت ضمۃ الترب و الثری
کان امور الناس بعدک ضمنت سفینۃ موج حین فی البحر قدسما
فضاق فضاء الارض عنھم برحمۃ لفقد رسول اللہ اذ قیل قد مضی
فقد نزلت للمسلمین مصیبۃ کصدع الصفا لا للصدع فی الصفا

فلن یستقل الناس تلک مصیبۃ — ولن یجبر العظم الذی منہم وھی
وفی کل وقت للصلوۃ یھیجہ — بلال ویدعوا باسمہ کلما دعا

نبی کو کپڑوں میں کفن دینے کے بعد میں اس مرنے والے کے غم میں غمگین ہوں جو خاک میں جا بسا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کی مصیبت ہم پر نازل ہوئی اور اب جب تک ہم خود جی رہے ہیں ان جیسا ہرگز نہیں دیکھیں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لئے ایک مضبوط قلعہ تھے کہ ہر دشمن سے پناہ اور حفاظت حاصل ہوتی تھی۔
ہم جب ان کو دیکھتے تو سراپا نور وہدایت کو دیکھتے صبح بھی اور شام بھی، جب وہ ہم میں چلتے پھرتے یا صبح کو گھر سے نکلتے۔
ان کی موت کے بعد ہم پر ایسی تاریکی چھا گئی جس میں دن، کالی رات سے زیادہ تاریک ہو گیا۔
انسانی بدن اور اس کے پہلو جتنی شخصیتوں کو چھپائے ہوئے ہیں ان میں سب سے بہتر آپ ہیں اور آپ ان تمام مرنے والوں میں جن کو خاک نے چھپایا سب سے بہتر ہیں۔
گویا معاملہ انسانی آپ کی موت کے بعد ایک کشتی میں پڑ گیا جو سمندر کے اندر اونچی موجوں میں گھری ہوئی ہے۔
زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی وجہ سے جب یہ کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر گئے۔
مسلمانوں پر ایک ایسی مصیبت نازل ہوئی جیسے چٹان میں شگاف پڑ جائے اور چٹان کے شگاف کی اصلاح کہاں ممکن ہے۔
اس مصیبت کو لوگ برداشت نہیں کر سکیں گے اور وہ کمزوری جو پیدا ہو گئی ہے اس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔
اور ہر نماز کے وقت بلالؓ ایک نیا ہیجان پیدا کر دیتے ہیں جب کہ وہ (بلالؓ) ان کا نام لے کر پکارتے ہیں۔

امام زین العابدین علی السجاد بن الحسین

(المتوفی ۱۲ھ)

ان نلت یا روح الصبا یوماً الی ارض الحرم — بلغ سلامی روضۃ فیھا النبی المحترم
من وجھہ شمس الضحی من خدہ بدر الدجی — من ذاتہ نور الھدی من کفہ بحر الھمم
قرآنہ برھاننا فسخا لادیان مضت — اذ جاءنا احکامہ کل الصحف صار العدم
اکبادنا مجروحۃ من سیف ھجر المصطفی — طوبی لاھل بلدۃ فیھا النبی المحتشم
یا لیتنی کنت کمن یتبع نبیاً عالما — یوماً و لیلاً دائماً وارزق کذالی بالکرم
یا رحمۃ للعالمین انت شفیع المذنبین — اکرم لنا یوم الحزین فضلاً وجوداً والکرم
یا رحمت للعالمین ادرک لزین العابدین — محبوس ایدی الظالمین فی الموکب والمزدحم

اے باد صبا اگر تیرا گزر سرزمین حرم تک ہو تو میرا سلام اس روضہ کو پہنچا جس میں نبی محترم تشریف فرما ہیں۔
وہ جن کا چہرہ انور مہر نیمروز ہے اور جن کے رخسار تاباں ماہ کامل۔ جن کی ذات نور ہدایت ہے، جن کی ہتھیلی سخاوت میں دریا۔
ان کا (لایا ہوا) قرآن ہمارے لئے واضح دلیل ہے جس نے ماضی کے تمام دینوں کو منسوخ کر دیا جب اس کے احکام ہمارے پاس آئے تو (پچھلے) سارے صحیفے معدوم ہو گئے۔

ہمارے جگر زخمی ہیں فراق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار سے۔ خوش نصیبی اس شہر کے لوگوں کی ہے جس میں نبی مقیم ہیں۔

کاش میں اس کی طرح ہوتا جو نبی کی پیروی علم کے ساتھ کرتا ہے دن اور رات ہمیشہ (اے خدا) یہی صورت اپنے کرم سے عطا فرما۔
اے رحمت عالم۔ آپ گنہگاروں کے شفیع ہیں۔ ہمیں قیامت کے دن فضل و سخاوت اور کرم سے عزت بخشئے۔
اے رحمت عالم۔ زین العابدین کو سنبھالئے وہ ظالموں کے ہاتھوں میں گرفتار حیرانی و پریشانی میں ہے۔

شیخ سعدی شیرازی ا

(۱۲۹۱\٦٩٠ا)

اے چشم و چراغ اہل بینش مقصود وجود آفرینش
صاحب دل "لا ینام قلبی" مہمان "ابیت عند ربی"
در وصف تو "لا نبی بعدی" خود وصف تو و زبان سعدی ؟
اے عرش مجید بارگاہت وی کعبه و قبله در پناہت
اے بر سر خلق سایه تو وی چرخ کمینه پایه تو

امیر خسرو دہلوی

(۷۲۵۔۱۳۲۵ا)

نمی دانم چه منزل بود شب جائے که من بودم / به ہر سو رقص بسمل بود شب جائے که من بودم
پری پیکر نگارے سرو قدے لاله رخسارے / سراپا آفت دل بود شب جائے که من بودم
رقیباں گوش بر آواز ، او در ناز ، من ترساں / سخن گفتن چه مشکل بود شب جائے که من بودم
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو / محمدا شمع محفل بود شب جائے که من بودم

حاجی جان محمد قدسی

المتوفی ۱٦۳٦ا

مرحبا سید مکی مدنی العربی / دل و جان باد فدایت چه عجب خوش لقبی
من بے دل بجمال تو عجب حیرانم / الله الله چه جمال است بدین بوالعجبی
چشم رحمت بکشا ، سوی من انداز نظر / اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی

نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را — بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی
ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات — رحم فرما کہ ز حد می گذرد تشنہ لبی
نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم — زان کہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی
عاصیانیم زما نیکی اعمال مپرس — سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی
سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی — آمدہ سوی تو قدسی پی درمان طلبی

اسد اللہ خان غالب دہلوی

المتوفی ۱۸۶۹ء

حق جلوہ گر ز طرز بیان محمد است — آرے کلام حق بزبان محمد است
آئینہ دار پرتو مہر ست ماہتاب — شان حق آشکار ز شان محمد است
تیر قضا ہر آئینہ در ترکش حق است — اما کشاد آن ز کمان محمد است
دانی اگر بہ معنی لولاک وارسی — خود ہرچہ از حق است از آن محمد است

ہر کس قسم بدانچہ عزیز ست می خورد — سوگند کردگار بجان محمد است
واعظ حدیث سایہ طوبیٰ فرو گذار — کاینجا سخن ز سرو روان محمد است
بنگر دو نیمہ گشتن ماہ تمام را — کآن نیمہ جنبشے ز بنان محمد است
ور خود ز نقش مہر نبوت سخن رود — آن نیز نامور ز نشان محمد است
غالب ثنائے خواجہ بہ یزدان گذاشتیم — کآن ذات پاک مرتبہ دان محمد است

علامہ اقبالؒ

(المتوفی ۱۹۳۸ء)

قلب و نظر کی زندگی دشت میں صبح کا سماں — چشمۂ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں
حسن ازل کی ہے نمود، چاک ہے پردہ وجود — دل کے لئے ہزار سود ایک نگاہ کا زیاں
سرخ و کبود بدلیاں چھوڑ گیا سحاب شب — کوہ اضم کو دے گیا رنگ برنگ طیلساں
گرد سے پاک ہے ہوا برگ نخیل دھل گئے — ریگ نواح کاظمہ پاک ہے مثل پرنیاں
آگ بجھی ہوئی ادھر، ٹوٹی ہوئی طناب ادھر — کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں
آئی صدائے جبرئیل — تیرا مقام ہے یہی
اہل فراق کے لئے — عیش دوام ہے یہی

کس سے کہوں کہ زہر ہے میرے لئے مئے حیات — کہنہ ہے بزم کائنات تازہ ہیں میرے واردات
کیا نہیں اور غزنوی کارگہ حیات میں — بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہل حرم کے سومنات
ذکر عرب کے سوز میں فکر عجم کے ساز میں — نے عربی مشاہدات نے عجمی تخیلات
قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں — گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات
عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق — عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات
صدق خلیلؑ بھی ہے عشق صبر حسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

آیہ کائنات کا معنیٔ دیریاب تو
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو

جلوتیان مدرسہ کور نگاہ و مردہ ذوق
خلوتیان میکدہ کم طلب و تہی کدو

میں کہ مری غزل میں ہے آتش رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

باد صبا کی موج سے نشوونمائے خار و خس
میرے نفس کی موج سے نشوونمائے آرزو

خون دل و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش
ہے رگ ساز میں رواں صاحب ساز کا لہو

فرصت کشمکش مدہ ایں دل بے قرار را
یک دو شکن زیادہ کن گیسوئے تابدار را

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمال بے نقاب

شوق ترا اگر نہ میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

تیرہ و تار ہے جہاں گردش آفتاب سے
طبع زمانہ تیز کر جلوہ بے حجاب سے

تیری نظر جمیں تمام میرے گزشتہ روز و شب
مجھ کو نہ تھی خبر کہ ہے علم نخیل بے رطب

تازہ مرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰؐ، عقل تمام بو لہب

گاہ بحیلہ می برد گاہ بزور می کشد
عشق کی ابتدا. عجب، عشق کی انتہا. عجب

عالم سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کے ہے فراق
وصل میں مرگ آرزو، ہجر میں لذت طلب

عین وصال میں مجھے حوصلہ نظر نہ تھا
گرچہ بہانہ جو رہی میری نگاہ بے ادب

گرمی آرزو فراق، شورش ہاؤ ہو فراق
موج کی جستجو فراق، قطرہ کی آبرو فراق

احسان دانش

المتوفی ۱۹۸۲ء

کعبہ جاں، قبلہ قلب و نظر پیدا ہوئے
خواجہ کونین، شاہ بحر و بر پیدا ہوئے

ہر قدم اک مشرق نور و ضیا کا سامنا
ہر نفس امکان معراج نظر پیدا ہوئے

جس زمیں کو پائے بوسی کا شرف حاصل ہوا
اس زمیں میں لعل و یاقوت و گہر پیدا ہوئے

عارف ارض و سما، میر بساط کائنات
خیر سے خیر الامم خیر البشر پیدا ہوئے

جس نے دیکھا پھر نہ دیکھا اور کچھ ان کے سوا
اک نظر میں سیکڑوں حسن نظر پیدا ہوئے

اب نہ اتریں گے صحیفے اب نہ آئیں گے رسول
لے کے قرآں آخری پیغامبر پیدا ہوئے

حسن کو جس رنگ میں دیکھا تڑپ کر رہ گئے
اور یہ حالات دانش عمر بھر پیدا ہوئے

ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی سے انٹرویو

خ-م-ن

سوال ۱: ڈاکٹر صاحب! آغاز کلام اس خاندانی نسبت سے کرتے ہیں جو آپ کو اور آپ کے اہل خاندان کو شاہ ہمدان سید علی ہمدانی کی مقدس ذات سے ہے۔ کیا آپ اس بارے میں کچھ مزید بتانا پسند فرمائیں گے؟

جواب: سادات ہمدانیہ پاکستان کی شناخت اور پہچان ان کے جد امجد شاہ ہمدان سید علی ہمدانی سے ہے۔ میر سید علی ہمدانی کا تعلق ہمدان کے علوی سید گھرانے سے تھا، جن کے والد سید شہاب الدین کا سلسلہ نسب سولہ پشتوں سے حضرت علی علیہ السلام سے ملتا ہے۔ حضرت شاہ ہمدان کے اکلوتے بیٹے میر سید محمد ہمدانی کی اولاد پاکستان خصوصاً پنجاب میں آباد ہے، جن کی تعداد کئی لاکھ ہے اور جن کی اولاد میں کئی اولیائے کرام پیدا ہوئے، جن میں قابل ذکر سخی سلطان نوری، شاہ بلاول، سید احمد کبیر ہمدانی اور آپ کے بڑے بیٹے سید شاہ اسحاق ہمدانی تھے جنھوں نے پنجاب میں اپنے روحانی فیض سے اسلامی تعلیمات کا بول بالا کیا۔

سوال ۲: آپ شاہ ہمدان انٹرنیشنل ایسوسی ایشن کے صدر ہیں۔ اس ایسوسی ایشن کے اغراض و مقاصد اور کارگزاری کے بارے میں ہمارے قارئین کو مختصراً آگاہ کیجئے۔

جواب: امیر کبیر سید علی ہمدانی کی حیات و خدمات کو دنیائے عالم میں اجاگر کرنے کے لئے ۱۹۸۶ء میں شاہ ہمدان انٹرنیشنل ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں لایا گیا اس سے پیشتر ۱۹۸۵ء میں ہمدانیہ سادات کونسل کی داغ بیل ڈالی گئی ان دونوں تنظیموں کا مجھے صدر منتخب ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ایسوسی ایشن کے اغراض و مقاصد یہ طے پائے کہ چونکہ شاہ ہمدان بزرگ صوفی ہونے کے علاوہ ایک جید عالم بھی تھے اور جنھوں نے ۱۷۰ سے زائد کتابیں عربی اور فارسی میں تحریر کیں۔ ان غیر مطبوعہ مخطوطات کو تلاش کرنے اور ان کا پاکستانی اور بین الاقوامی زبانوں میں ترجمہ کرا کے شائع کرنا ایک اہم فریضہ تھا

تاکہ دنیا میں ان کی پہچان ہو جنھوں نے انسانیت کی خدمت کے لئے تین بار دنیا کی سیاحت کی اور کائنات کو اپنے فیوض و برکات سے معطر کیا۔

سوال ۳: حضرت شاہ ہمدان اور سہروردیہ اور کبرویہ سلسلے کے بزرگوں نے اتحاد عالم اسلام کے لئے عملی کوششیں کی ہیں۔ موجودہ دور میں ان بزرگوں کی تعلیمات کی ضرورت اور افادیت کس حد تک ہے؟

جواب: حضرت شاہ ہمدان کا صوفیاء کرام کے معروف کبرویہ سلسلہ سے تعلق تھا جس سے منسلک اولیائے کرام نے اتحاد بین المسلمین کے لئے عملی کوششوں کا مظاہرہ کیا اور جو موجودہ دور کے انسانوں کے لئے ایک بہترین اور قابل تقلید نمونہ ہیں جنھوں نے اخوت و بھائی چارے اور امن کا درس دیا جن پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی اصلاح احوال کر سکتے ہیں۔

سوال ۴: شاہ سید محمد نور بخش نے جو سید علی ہمدانی کے خلیفہ خواجہ اسحاق ختلانی کے مرید بھی تھے اور پیر بھی، اور سلسلہ نوربخشیہ کے موسس تھے، احیائے شریعت محمدیہ اور اتحاد عالم اسلام کی جو تحریک شروع کی اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے

جواب: حضرت شاہ ہمدان کے داماد اور خلیفہ حضرت شاہ خواجہ اسحاق ختلانی اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم تھے جن کے مرید شاہ سید محمد نور بخش نے سلسلہ نوربخشیہ کی داغ بیل ڈالی جو دراصل احیائے شریعت محمدیہ اور اتحاد عالم اسلام کی تحریک تھی سید محمد نور بخش نے دنیائے اسلام میں امن اور یگانگت کے پیغام کو عام کیا۔ ان کے لاکھوں ماننے والے آج بھی خطہ بلتستان

میں آباد ہیں اور نوربخشیہ کے نام سے معروف ہیں۔

سوال ۵: شاہ ہمدان سید علی ہمدانی کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے کن عملی اقدامات کی ضرورت ہے؟

جواب: حضرت شاہ ہمدان میر سید علی ہمدانی کی تعلیمات اور افکار کو عام کرنے کے لئے چند عملی اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔ اول۔ ان کے ادب پاروں کو یکجا کر کے چھاپا جائے، دوسری زبانوں میں تراجم کئے جائیں۔ ان کے افکار اور فلسفہ کی روشنی میں موجودہ زمانہ کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جائے۔

سوال ۶: ماہنامہ نوائے صوفیہ اسلام آباد شاہ ہمدان کی تعلیمات کے پرچار کے لئے کوشاں ہے۔ آپ اس رسالے کو مزید بہتر اور موثر بنانے کے لئے کچھ تجاویز دیجئے۔ رسالے کی اب تک کی کارکردگی سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟

جواب: ماہنامہ نوائے صوفیہ اسلام آباد شاہ ہمدان کی تعلیمات کا پرچار کرنے کے لئے جو کوششیں کر رہا ہے وہ قابل ستائش ہیں۔ اس کی کارکردگی سے ہم مطمئن ہیں کیونکہ یہ جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ ایک تجویز ہے کہ اس رسالے کو پاکستان کے ہر بک سٹال پر موجود رہنا چاہئے۔ ملک کی یونیورسٹیوں کے کتب خانوں کو ارسال کیا جائے تا کہ وہ اسے محفوظ کر سکیں۔

سوال ۷: سید علی ہمدانی کی حیات و تعلیمات پر آپ نے کیا تحقیقی کام کیا ہے؟ اس کے علاوہ آپ کی کیا علمی سرگرمیاں ہیں؟

جواب: امیر سید علی ہمدانی کی حیات و تعلیمات پر تحقیقی کام اپنی استعداد کے مطابق کیا ہے۔ علاوہ ازیں ملکی اور بین الاقوامی شاہ ہمدان سیمینار اور مباحثے منعقد کرنے کے لئے کوشاں ہیں تاکہ جدید میڈیا کی وساطت سے آپ کے مشن کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا جائے بہرحال مذکورہ کوششوں کے علاوہ میں قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت میں بحیثیت تاریخ کے استاد اور محقق فرائض سر انجام دے رہا ہوں اور پاکستان کی ثقافت کے حوالے سے کئی کتب اور مقالات تحریر کر چکا ہوں۔ اس ادارہ کے اردو اور انگریزی مجلات کی ادارت بھی میرے سپرد ہے جس میں ملکی اور غیر ملکی نامور محققین کے مقالہ جات چھپتے ہیں۔

بقیہ... الحدیث

درج بالا احادیث کی روشنی میں یہ بات عیاں ہو گئی کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھنا باعث فلاح دارین ہے۔ چنانچہ شاہ سید محمد نوربخش نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب الفقہ الاحوط میں سنت روزوں کے ضمن میں عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کو بھی سنت گردانا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ آج ہمارے ہاں چند ایسی غلط روایات رائج ہو چکی ہیں جن کی وجہ سے آدمی اپنے اعمال برباد کرتا ہے۔ چنانچہ کچھ لوگ ظہر تک فاقہ کرتے ہیں پھر ظہر کے وقت افطار کر کے روزہ توڑ دیتے ہیں اور یوم عاشورہ کی بے حساب فضیلتوں سے اپنے آپ کو محروم کر دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں لفظ صوم استعمال ہوا ہے۔ صوم کی تعریف یہ ہے کہ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک روزہ توڑنے والی چیزوں سے اجتناب کرے۔ فرمان رسول میں روزے کی فضیلت بیان ہوئی ہے نہ کہ فاقہ کی۔

بقیہ... اسلامی تصوف

اقبال کا نظریہ وجود

شاعر مشرق سر ڈاکٹر محمد اقبال لاہوری کا نظریہ تصوف بھی ابن عربی کے نظریہ تصوف سے جداگانہ ہے۔ علامہ اقبال کی نظر میں اسلامی فکر زندگی اور مسائل زندگی سے فرار رہبانیت اور ویدانت کی فکر نہیں ہے۔ اسلامی فکر جہاد و اجتہاد پر مشتمل ہے۔ رسول اکرمؐ کی زندگی اس کی واضح مثال ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلامی تصوف کی روح سیرت رسول اکرمؐ میں مضمر ہے۔ آئمہ معصومین نے اس کو اپنایا۔ بزرگان نوربخشیہ کا بھی یہی شیوہ رہا ہے۔

(جاری ہے)

موسس سلسلہ نوربخشیہ

اخونزادہ راجؔ

شاہ سید محمد نوربخش قہستانیؒ

چودہ ربیع الاول آپ کا یوم وصال ہے

غوث المتاخرین امام العارفین حضرت شاہ سید محمد نوربخش قہستانی ایک جلیل القدر صوفی، جید عالم دین اور پرگو شاعر تھے۔ نیز آپ شریعت، طریقت، حقیقت و معرفت کے جملہ علوم میں کامل علیم مبلغ تھے۔ قطب الاقطاب حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے سلسلے اور روحانی خدمات سے اہل عالم کو روشناس کرانے والوں میں حضرت سید محمد نوربخش کا نام محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ کا خاندانی تعلق موسوی سادات سے تھا۔ آپ کے آباؤاجداد کا وطن جزیرہ نما عرب کا وہ ساحلی علاقہ تھا جو خلیج فارس کے مغربی کنارے پر واقع ہے اور لحسا کہلاتا ہے۔ اسی مناسبت کی بنا پر سید نے بعض اشعار میں اپنے لئے لحسوی تخلص استعمال کیا ہے۔ آپ کا شجرہ نسب سترہ پشتوں سے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے جا ملتا ہے اس لئے بعض تالیفات میں اپنے نام کے ساتھ موسوی کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔

ولادت

آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی عبداللہ تھا۔ انہوں نے دنیا و مافیہا سے قطع تعلق کر رکھا تھا اور خلوت و گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ سید عبداللہ امام علی رضا کے روضہ اقدس کی زیارت کے قصد سے مشہد تشریف لے گئے اور امام عالی مقامؑ کے آستانہ مبارک کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے بعد قہستان کے علاقے میں قیام پذیر ہوئے اور وہیں متاہل ہوئے۔ جس کے نتیجے میں ۱۵ شعبان ۷۹۵ھ میں شاہ سید محمد نوربخش کی ولادت باسعادت ہوئی۔

نوربخش کا لقب

آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ اسحاق ختلانی کو روحانی کشف ہوا کہ آپ کا لقب نوربخش رکھا جائے لہٰذا اس حکم غیبی کے تحت آپ کو نوربخش کے لقب سے نوازا گیا۔ چنانچہ شیخ محمد لاہجی اسیری اسرار الشہود میں فرماتے ہیں۔

آمدہ از غیب نامش نوربخش
بود چوں خورشید ذاتش نوربخش

یعنی آپ کو غیبی اشارے کی بنا پر نوربخش کا لقب عطا ہوا کیونکہ آپ کی ذات مبارک سورج کی مانند نور بخشنے والی ہے۔

حضرت خواجہ اسحاقؒ کا بیعت نوربخش

آپ نے صرف سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور قلیل مدت میں شرعی علوم میں تبحر حاصل کرنے کے بعد علم طریقت کے حصول کے لئے حضرت خواجہ اسحاق ختلانیؒ کے دست مبارک پر بیعت کر لی جو امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کے معنوی جانشین تھے۔ سید نوربخش اپنی انتھک محنت اور خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر طریقت، حقیقت اور معرفت کے مدارج طے کرتے ہوئے واصلین حق کی صف میں شامل ہو گئے اور جب خواجہ اس حقیقت کا راز افشا ہوا تو بلاتاخیر خلافت باطنی کا تاج حضرت شاہ سید کے سر پر رکھ دیا اور خود اپنے مرید کے مرید بن گئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے اپنے مرشد حضرت سید علی ہمدانیؒ کا عطا کردہ اپنے ہاتھوں سے نوربخش کو پہنایا اور مسند ارشاد پر بٹھا کر جملہ امور صوری و معنوی ان کے سپرد کر دیئے۔ اور فرمایا کہ جس کسی کو ظاہری و باطنی علوم کی خواہش ہو وہ نوربخش کی خدمت میں حاضری دے۔ اگرچہ وہ ظاہر میں ہمارے

مرید ہیں لیکن حقیقت میں ہمارے پیر ہیں۔

"ہم اس خواجہ اسحاق کے پیر بھی ہیں اور مرید بھی جو کہ زمانے میں شہید کے لقب سے مشہور ہیں۔" (دیکھئے غزلیات نوربخش)

قاضی نوراللہ شوستری شاہ سید محمد نوربخشؒ کے مرید خاص حاجی محمد سمرقندی کے حوالے سے غوث المتاخرین کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔ "جب خواجہ اسحاق ختلانی کو کشفی طور پر حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ کی ریاضت و سیادت اور اعلیٰ مرتبہ کا علم ہوا تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ساتھ ہی اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت ہیں ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ پھر جس نے اس عہد کو توڑ دیا اس نے اپنا ہی نقصان کیا اور جس نے اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کیا اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا۔"

اور حضرت خواجہ اسحاق کے دیگر مریدوں نے بھی آپ کے دست مبارک پر بیعت کی لیکن شیخ عبداللہ برزش آبادی اس اہم واقعے سے قبل ہی رخصت ہو چکے تھے اس طرح وہ بیعت سے محروم رہ گئے۔

اس کے بعد آپ دعوت حق کے ارادے سے بیعت کا سلسلہ شروع کیا اور بیعت کے صرف چودہ روز بعد ۸۲۶ھ میں بروز جمعۃ المبارک آپ کوہ تیری کی جانب عازم سفر ہوئے جو کہ علاقہ ختلان میں ہیں واقع قلعوں میں سے ایک اہم قلعہ تھا اور رسم طریقت کی پاسداری کرتے ہوئے مخصوص لباس زیب تن کیا اور سیاہ پگڑی باندھی اور یہاں دعوت بیعت کا آغاز کیا۔

شاہ سید کے درپئے قتل مخالفین کی دروغ گوئی

اس زمانے میں ایران اور توران کی عنان حکومت امیر تیمور لنگ کے بیٹے مرزا شاہرخ کے ہاتھ میں تھی۔ وہ اپنے باپ کی وسیع سلطنت کے اس حصے پر قابض تھا۔ علاقہ ختلان پر سلطان بایزید مرزا کی جانب سے مقرر کردہ حاکم تھا۔ جب خواجہ اسحاق اور شاہ سید کے کوہ تیری جانے اور لوگوں سے بیعت لینے کی خبر پھیلی تو بعض منافقین نے سلطان بایزید کے پاس بہت سی جھوٹی خبریں پہنچائیں۔ نتیجتاً بایزید نے حقائق احوال کی جانچ پڑتال کے بغیر ان پر ہلہ بول دیا اور قید کر کے دار الخلافہ ہرات کی جانب روانہ کر دیا اور ان جھوٹی خبروں کی اطلاع مرزا شاہرخ تک پہنچا دی۔ مرزا تک یہ خبر پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ خواجہ اسحاق، ان کے بھائی اور سید محمد نوربخشؒ کو جہاں موجود ہوں وہیں قتل کر دیا جائے۔

نوربخشؒ کی کرامت

نوربخشؒ کے قتل کے لئے کی جانے والی سازش کی کامیابی کے بعد جب قتل کا حکم نامہ جاری ہوا تو یہ حیرت انگیز کرامت ظاہر ہوئی کہ اسی وقت مرزا کے پیٹ میں شدید درد اٹھا۔ درباری حکماء نے علاج کی ہر ممکن سعی کی مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر حکیم قوام الدین کی خدمات حاصل کی گئیں جو مرزا کے مقربین میں سے تھا اور فن طب میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ وہ بھی علاج سے عاجز آگیا۔ وجہ پوچھنے پر بولا آپ نے ایک ایسے سید زادے کے قتل کا حکم صادر کر رکھا ہے جس کا زہد و تقویٰ، علم و ریاضت اور کمالات میں کوئی ہمسر نہیں۔ لہٰذا آپ کے پیٹ میں درد اٹھنا اور اس کا علاج نہ ہو پانا ایک یقینی امر ہے۔ پس آپ اپنے سابقہ حکم کو واپس لیں اور یہ علاج کی بہترین صورت ہے۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار باقی نہیں۔

اس توجیہ کو سن کر مرزا نے بادل نخواستہ اپنا حکم بدلا اور فی الفور قاصد سے کہلا بھیجا کہ حضرت خواجہ اور شاہ سید کو قتل کرنے کے بجائے قید کر کے ہرات لایا جائے۔ اسی وقت مرزا کا درد قولنج دور ہوا۔ اس روشن کرامت کے باوجود بدنصیب مرزا کو سوائے حیران اور ششدر ہونے کے عبرت اور ہدایت نصیب نہ ہو سکی۔

خواجہ اسحاق اور ان کے بھائی کی شہادت

نوربخشؒ کے ہاتھ پر بیعت کے بعد خواجہ اسحاق ان کے بھائی اور شاہ سیدؒ مریدین سمیت تبلیغ اسلام کے لئے عازم سفر ہوئے جب یہ حضرات ختلان وارد ہوئے تو مرزا کے حکم پر خواجہ اسحاق اور ان کے بھائی کو شہید کر دیا گیا۔ یہ کاروائی اس تیزی سے عمل میں لائی گئی کہ حقائق احوال کے بیان یا صفائی کا موقع ہی نہ مل سکا۔

شاہ سید کی پہلی گرفتاری

حضرت خواجہ کی شہادت کے بعد دوسرا قاصد آپہنچا جو نور بخش کی قتل کی بجائے گرفتاری اور دار حکومت بھیجے جانے کا حکم لے کر آیا تھا۔ ہرات آمد کے بعد جب آپ سے پرسش ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ "ہم نے کسی مسلمان کہ سر کے بال تک کو نقصان نہیں پہنچایا" لیکن اس وضاحت کے باوجود آپ کو اسیر و پابہ زنجیر قلعہ اختیار الدین میں پہنچا دیا گیا اور چاہ زندان نما میں ڈالا گیا۔ اٹھارہ دن کے بعد اس تاریک کنوئیں سے رہائی ملی اور ملک بدر کر کے شیراز روانہ کر دیئے گئے۔ خورستان کے بہبہان نامی مقام پر ایک عرصہ تک آپ پر شاہی پہریدار نگران رہے اس دوران مختلف جسمانی اذیتیں بھی دی جاتی تھیں لیکن کچھ مدت بیت جانے کے بعد سلطان ابراہیم کے حکم سے آپ کی بیڑیاں اتار دی گئیں اور سید صاحب کو یہ آزادی ملی کہ وہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔

آزادی اور مثالی اطاعت گزاری

آزادی نصیب ہونے کے بعد حضرت شاہ سید محمد نور بخش شوستر اور بصرہ سے ہوتے ہوئے حلہ پہنچے اور یہیں قیام فرمایا۔ یہاں لوگوں کی بیعت اور اطاعت گزاری کا پھر ایک نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہوا۔ بعد ازاں مقامات مقدسہ کی زیارت کی غرض سے آپ نے بغداد کا رخ کیا اور اس کے بعد کردستان تشریف لائے یہاں بھی آپ کے حلقہ ارادت میں بے شمار لوگ شامل ہوتے گئے جو ہمہ وقت آپ کی پیروی اور خدمت گزاری کرتے تھے۔ عوام الناس کے علاوہ امرا اور اکابرین بھی اطاعت اور فرمان برداری میں سبقت لے جانے میں کوشاں رہتے تھے۔ اس مقام پر ایک عرصہ تک آپ کے نام پر سکہ جاری رہا۔

دوسری بار گرفتاری

شاہ سید جب گیلان سے کردستان واپس آئے تو اس وقت مرزا آذربائیجان میں تھا۔ جب اسے شاہ سید کی کردستان میں درود اور لوگوں کی مذکورہ اطاعت گزاری کی اطلاع موصول ہوئی تو اسے ایک بار پھر یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں نور بخش اس سے ظاہری حکومت نہ چھین لے لہذا علاقے کے حاکم کو حکم جاری کیا کہ نور بخش کو اس کے تابعین سمیت گرفتار کیا جائے۔ دربار شاہی میں مرزا نے سید کو قتل کی دھمکیاں دیں۔ اور جب آپ کو یقین ہوا کہ مرزا آپ کے قتل کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں تو تن تنہا راہ فرار اختیار کی اور مسلسل تین دن اور راتیں برف پوش پہاڑوں میں بسر کرنے کے بعد جب کسی آبادی کا سراغ نہ مل سکا تو لاچار خلخال کی جانب واپس ہوئے۔

والی خلخال نے آپ کو دوبارہ گرفتار کر کے مرزا کے دربار میں پہنچا دیا اور دوبارہ چاہ تاریک میں قید کر دیئے گئے۔ ۵۳ دن کے بعد آپ کو اس تاریک زندان سے نکالا گیا اور اسیری کی حالت میں ہرات لائے گئے۔ ہرات پہنچتے ہی مرزا نے آپ سے مطالبہ کیا کہ جمعہ کے روز منبر پر چڑھ کر ظاہری حکومت سے عدم دعویداری کا اعلان کریں۔ اس اصرار کے باعث شاہ سید پابہ زنجیر منبر پر تشریف لے گئے اور قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت فرمائی ربنا ظلمنا انفسنا الخ یعنی اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو تحقیق ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اس کے بعد فاتحہ پڑھی اور منبر سے نیچے اتر آئے۔

بعد ازاں جمادی الاول ۸۳۰ھ میں اس حکم کے ساتھ آپ کے پاؤں کی بیڑیاں اتار دیں کہ آئندہ آپ۔

۱) سیاہ پگڑی نہیں باندھیں گے۔

۲) اپنے پاس لوگوں کو جمع نہیں ہونے دیں گے۔

۳) درس کی مجالس میں طریقت کی تلقین نہیں کریں گے۔

۴) صرف علوم ظاہری کا شغل اختیار کریں گے۔

لیکن نور بخش کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کے سامنے یہ تدابیر ریت کے گھروندے ثابت ہوئے اور تقریباً ایک لاکھ عقیدت مند آپ کی صحبت میں پہنچ گئے۔

(جاری ہے)

بیدل اور نظریہ ارتقاء

(گزشتہ سے پیوستہ)

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

ڈارون کا نظریہ ارتقاء

جب ہم نظریہ ارتقاء کی بات کرتے ہیں تو عموماً اس سے مراد ڈارون کا نظریہ ارتقاء (DARWINIAN EVOLUTION) ہوتا ہے۔

ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی بنیاد دراصل اس دور میں علم جغرافیہ میں ہونے والی دریافتوں کی مرہون منت ہے۔ ۱۸۳۰ء کے اوائل میں چارلس لائل نامی انگریز جغرافیہ دان نے علم جغرافیہ پر ایک کتاب شائع کی۔ لائل نے اپنی کتاب میں اس خیال کا اظہار کیا کہ آج زمین کی سطح جو پہاڑ، وادیاں، صحرا، دریا، جھیلیں، اور ساحلی علاقے نظر آتے ہیں وہ قدرت میں کارفرما مختلف عوامل اور قوتوں کے باہمی عمل کا نتیجہ ہے۔ اگر اس پہلو کو ذہن میں رکھ کر سوچا جائے تو یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ ہماری دنیا کی عمر ہمارے اندازے سے کہیں زیادہ ہے۔ اس نظریہ نے ڈارون کے خیالات میں ہلچل مچا دی۔ اور اس نے ارتقائے حیات کے سربستہ رازوں پر سے پردہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔

۱۸۳۱ء میں جب وہ صرف بائیس سال کا تھا چارلس ڈارون ایک نیچرلسٹ کی حیثیت میں ایچ۔ ایم۔ ایس بیگل نامی بحری جہاز پر جنوبی امریکا اور بحر اوقیانوس کے کئی جزیروں کے سفر پر روانہ ہوا۔ یہاں وہ حیات کی بے شمار انواع و اقسام کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ یہاں سے ڈارون کا جہاز گالا پاگاس کے جزائر کی طرف روانہ ہوا جو جنوبی امریکا کے ساحل سے ۶۰۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ ان جزائر میں ڈارون نے بہت سے ایسے مشاہدات کئے جنہوں نے اس کے نظریہ ارتقاء کی تشکیل میں مدد دی۔

۱۸۳۶ء میں ڈارون انگلستان واپس آیا۔ یہاں اسے مشہور ماہر معاشیات تھامس مالتھس کی تصنیف اصول آبادی کے مطالعے کا موقع ملا۔ مالتھس کا خیال تھا کہ انسانی آبادی میں اضافے کی شرح خوراک کے وسائل میں اضافے کی شرح سے کہیں زیادہ ہے۔ نتیجے کے طور پر خوراک کے دستیاب وسائل سے استفادے کے لئے انسانی آبادیوں کے مابین ایک مقابلے اور جدوجہد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، اور یہ جدوجہد بالآخر جہد حیات اور جہد بقا پر منتج ہو جاتی ہے۔

ان تمام مشاہدات اور علمی نظریات کو پیش نظر رکھ کر ڈارون نے نظریہ ارتقاء پر کام شروع کیا۔ اولاً اس نے ۱۵ صفحوں پر مشتمل ایک مضمون لکھا اور بعد ازاں اپنے مضمون کو ۲۳۰ پر پھیلا دیا۔ اگلے ۱۵ برسوں میں ڈارون مسلسل اپنے نظریے کے حق میں دلائل و شواہد اکٹھے کرنے میں مصروف رہا۔

۱۸۵۸ء میں ڈارون کو اس کے دوست الفریڈ والیس کا ایک خط ملا جو ان دنوں علمی تحقیق و جستجو کے سلسلے میں ملایا میں محو سفر تھا۔ والیس نے اپنے خط میں جو مشاہدات قلمبند کئے تھے ان میں اور ڈارون کے اپنے نظریات میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی تھی۔ ڈارون اور والیس نے مشترکہ طور پر اپنا مقالہ "انواع حیات کی بوقلمونی اور فطری طریقہ انتخاب سے اس تنوع اور بوقلمونی کا تسلسل" کے نام سے شائع کیا۔ اس کے بعد ڈارون نے بسرعت اپنی کتاب "فطری طریقہ انتخاب سے انواع حیات کا آغاز" کی تکمیل کی۔ اگرچہ بہت سے سائنسدانوں اور عوام الناس نے ڈارون کے نظریے کو خوش آمدید کہا لیکن اس نظریے کی شدید مخالفت بھی ہوئی۔ تاہم مخالفت کی اس یلغار کا جواب ڈارون کی بجائے جوزف ہوکر اور تھامس ہنری ہکسلے جیسے دانشوروں نے دیا

ڈارون کا نظریہ ارتقاء مختصر طور پر درج ذیل ہے۔

۱) ایک ہی نسل اور نوع کے جانداروں کے مابین بے شمار اختلافات پائے جاتے ہیں اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک نوع کے کوئی بھی دو جاندار افراد میں مکمل مشابہت ممکن نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلافات وراثتاً منتقل ہوتے ہیں۔

۲) ہر نوع کے جاندار بذریعہ افزائش نسل اپنی آبادی میں تیزی سے اضافہ کرتے ہیں۔

۳) اگر آبادی میں اسی طرح بلا روک ٹوک اضافہ جاری رہے تو ہر نوع کے جانداروں کی تعداد میں اتنا اضافہ ہو جائے گا کہ خوراک کے تمام دستیاب وسائل ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ناکافی ثابت ہوں گے۔

۴) پس خوراک، روشنی، پانی، اور رہائش کے دستیاب وسائل پر تصرف کے لئے تمام جانداروں کے مابین مقابلے کی

باقی صفحہ نمبر ۱۲۱ پر

آپ کے مسائل اور ان کا حل

(شریعت محمدیہ کی روشنی میں)

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارے کے نام ارسال کردہ مفید سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں۔ اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوال نمبر ۱۔ ایک شخص کے ذمے فوت شدہ نمازوں کی قضا باقی ہے کیا وہ شخص سنت اور نوافل کی ادائیگی کر سکتا ہے؟

سوال نمبر ۲ کیا توبہ کرنا محدود مدت کے لئے بھی درست ہے؟

سائل ابراہیم فیض بخش ساکن موضع کھر کو مند یک

سوال نمبر ۳۔ نماز عصر کی اجتماعی ادائیگی کرنے والوں کے ساتھ ایک شخص اپنی نماز ظہر کو ماموم بن کر ادا کرتا ہے۔ کیا ایسا کرنا درست ہے؟

سوال نمبر ۴۔ لڑکے اور لڑکی کی رضامندی معلوم کئے بغیر دونوں کو والدین کی طرف سے ازدواجی رشتے میں منسلک کرنے کا کام مکمل کیا جائے تو ایسا کرنا صحیح ہے یا کہ نہیں؟

سائل علی محمد ناشاد قمبر باراہ پائین

سوال نمبر ۵۔ لڑکے سے منگنی کی انگوٹھی وصول کرنے کے بعد لڑکی نے منگنی توڑ کر کسی دوسرے لڑکے سے شادی رچا لی۔ کیا ایسا کرنے کے لئے انگوٹھی والے سے طلاق لینے کی ضرورت پڑے گی؟

سوال نمبر ۶۔ اگر دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے دوران کوئی طالب انتقال کر جائے تو کیا اسے شہید کا ثواب ملے گا؟

سائل انور حسین ارمان براہ والے ڈگری کالج سکردو

جواب نمبر ۱۔ جس شخص کے ذمہ فوت شدہ نمازوں کی قضا باقی ہو اس کے لئے شرعاً ضروری ہے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضا بجالانے میں پہل کرتا رہے۔ کیونکہ فوت شدہ نمازوں کی قضا بجاآوری واجب ہے۔ لہذا واجب سے سبکدوش ہوئے بغیر سنت اور نوافل کی بجاآوری پر نازاں رہنے کا طریقہ بڑی حماقت ہے۔ تاہم سنت اور نوافل کی ادائیگی بھی دوسرے نمبر پر درست ہے۔ لیکن سب سے پہلے وہ اپنے ذمہ پر عائد واجب کی بجاآوری سے سبکدوش ہونے کی کوشش کرے کیونکہ انسان کے لئے عمر کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔

جواب نمبر ۲۔ توبہ گزار بننا ہو تو ہمیشہ کے لئے تائب ہونا ضروری ہے۔ کسی محدود مدت کے لئے گناہوں سے توبہ کرنا اور اس کے بعد پھر سے بے لگام پھرنے کا نظریہ نہایت بیوقوفی ہے

جواب نمبر ۳۔ ایک جگہ نماز عصر کی اجتماعی ادائیگی ہو رہی ہو اتنے میں ایک ایسا شخص ان میں شامل ہو جاتا ہے جس نے ابھی نماز ظہر ادا نہیں کی۔ وہ اپنی نماز ظہر کو ماموم بن کر عصر کی نماز کی اجتماعی ادائیگی کرنے والوں کے ساتھ پڑھنا چاہتا ہے تو ایسا کرنا اس آدمی کے لئے سزاوار ہے جس کو شرعاً وقت مشترک کی سہولت حاصل ہے۔ یعنی دو فرض نمازوں کو ایک ہی وقت میں یکجا کر کے ادا کرنے کی شرعاً جس کو گنجائش ہے وہ شخص ایسا کر سکتا ہے۔ سابقہ شماروں میں اس نوعیت کے سوال کا جواب گزر چکا ہے۔

جواب نمبر ۴۔ لڑکے اور لڑکی کی رضامندی کے بغیر صرف والدین کی طرف سے ان کو ازدواجی رشتے میں منسلک کرنے کا کام مکمل کرنا شرعاً عقد فضولی کہلاتا ہے۔ اگر دونوں نے واقعہ سننے کے بعد رضامندی کا اظہار کیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا اگر کسی ایک نے بھی انکار کیا تو شرعاً ایسے عقد فضولی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہ اسی صورت میں ہے جبکہ دونوں بالغ ہوں۔ نابالغ افراد کے ساتھ ایسا کرنا شرعاً ولی مجبر کے لئے درست ہے تاہم بالغ

ہونے کے بعد جنسی رابطے سے قبل خیار بلوغ استعمال کرکے اس نکاح کو عدم سے ہمکنار کرنے کا اختیار ہے۔ تفصیل کے لئے فقہ احوط کا مطالعہ کیجئے۔

جواب نمبر ۵۔ لڑکے سے منگنی کی انگوٹھی وصول کرنا لڑکی کی طرف سے لڑکے ساتھ ازدواجی رشتے میں منسلک ہونے کا ایک وعدہ ہے۔ شرعاً وعدہ کا پاس وفا مومن کا شعار ہے۔ اللہ کا حکم ہے۔ ولوفوا بالعھد۔ ان العھد کان مسئولاً تم لوگ وعدے کا پاس وفا کرو۔ بے شک وعدے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

لہذا منگنی کو توڑ کر کسی دوسرے سے شادی رچانے کا نظریہ وعدے کی خلاف ورزی ہے۔ اس کا گناہ ملے گا۔ تاہم شرعاً نکاح کا انعقاد نہ ہونے کی وجہ سے انگوٹھی والے سے نہ طلاق لینے کی ضرورت ہے اور نہ ہی اسے دعویٰ دائر کرنے کی گنجائش ہے۔ لڑکی کا نکاح دوسرے سے شرعاً درست قرار پائے گا۔

جواب نمبر ۶۔ دینی علوم کا طالب مہمان رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار پاتا ہے۔ دنیوی علوم کا طالب بھی اگر شرعاً جائز صنعت و حرفت اور جائز فنون کا ہو وہ بھی باعزت قرار پاتا ہے شہید کا ثواب ملنا یا نہ ملنا یہ طالب علم کی عملی زندگی سے تعلق رکھنے والی چیز ہے۔ اگر طالب علم مومنانہ اسلامی معاشرے کا قابل رشک فرد باعمل ہو اس کو دونوں صورتوں میں شہید کا ثواب ملے گا۔ اگر دنیوی علوم کا تعلق خلاف شرع فنون سے ہو مثلاً فحش فلمی گلوکاری، فحش موسیقی، رقص و سرود کی محفل سجانے کا فحش طریقہ، الغوزہ نوازی، کھیل کے جملہ اقسام سوائے عسکری مشق کے، تو ان امور مذمومہ کا طالب مہمان ابلیس قرار پاتا ہے

امید ہے کہ سوال کنندگان اپنے اپنے سوالات کے جواب سے مطمئن ہوں گے۔

بقیہ حضرت امام حسنؑ

کوئی سلسلہ نہیں چلا۔ جبکہ حضرت امام حسینؑ کی تعلیمات کو آپ کے شاگرد اور مرید بیٹے حضرت امام زین العابدینؑ نے آگے بڑھایا جو آگے چلا اور جو آج بھی دنیا بھر میں پھیلے ہوئے سلسلہ ہائے طریقت کے شجروں سے واضح ہے۔

اولاد و احفاد

حضرت امام حسنؑ نے بہت سی شادیاں کی ہیں بہت سی اولاد ہوئی ہے۔ جن میں حضرت حسین بن حسن، حضرت عمر بن حسن، حضرت زید بن حسن، حضرت قاسم بن حسن، حضرت حسن بن حسن مشہور ہیں۔ ان میں سے حضرت حسین، حضرت عمر اور حضرت قاسم میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ جب کہ حضرت زید اور حضرت حسن سے آپ کی نسل چلی۔ حضرت حسن چونکہ اپنے والد ماجد کے ہم نام تھے اس لئے تخصیص کی خاطر حسن مثنیٰ کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت زید کی اولاد خود کو زیدی اور حضرت حسن مثنیٰ کی اولاد خود کو حسنی سادات کہلاتی ہے اور دونوں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یمن میں موجود زیدی فرقہ حضرت زید بن حسن کی امامت و ولایت کا حامی ہے۔

غرض حضرت امام حسنؑ خاندان نبوت کا ایک درخشندہ ستارہ ہیں۔ جن سے خلق خدا نے رشد و ہدایت پائی، امت مسلمہ میں اتفاق و یک جہتی کو فروغ ملا اور مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کے خون کی ارزانی کا خاتمہ ہوا۔

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

سرورق کی تصویر

مرکزی خانقاہ معلیٰ صوفیہ نوربخشیہ خپلو

جس کی تعمیر عظیم صوفی بزرگ حضرت میر مختار اخیار نے ۱۱۲۴ میں فرمائی تھی

دنیائے تصوف کی خبریں

جی ۔ ایچ ۔ معروفی



مدرسہ شاہ ہمدان خپلو کے سنگ بنیاد کے موقع پر منعقدہ عظیم الشان جلسہ عام سے ڈپٹی کمشنر گانچھے داؤد خان صاحب ، مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب ، حاجی فقیر محمد ابراہیم صاحب ، مولانا محمد ابراہیم فیضی صاحب مولوی علی صاحب سترونپی ، اور غلام عباس چوپا خطاب کر رہے ہیں۔

مدرسہ شاہ ہمدان چھتچن کا سنگ بنیاد

مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۹۶ کو مدرسہ شاہ ہمدان خپلو کے سنگ بنیاد کے موقع پر انجمن محمدیہ صوفیہ نوربخشیہ چھتچن رجسٹرڈ خپلو کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں ہزاروں اہل تصوف نے شرکت کی۔ جلسے کی صدارت مفتی محمد عبداللہ نے کی اور مہمان خصوصی ڈپٹی کمشنر گانچھے داؤد خان صاحب تھے جلسے میں علاقے کی اہم شخصیات نے بھی شرکت کی جن میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج مصطفیٰ صاحب، ضلع گانچھے کے مئیر محمد یوسف صاحب ، ممبر ناردرن ایریا کونسل محمد اقبال صاحب ، ڈسٹرکٹ کونسل کے چیرمین محمد ابراہیم صاحب ، سید حمایت حسین صاحب مبر واعظ خانقاہ معلیٰ خپلو اور فقیر محمد ابراہیم صاحب کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کا شرف مولانا محمد ذکریا کو حاصل ہوا۔ دو ننھے بچوں نے نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کی۔ جلسے کے پہلے مقرر مولوی علی سترونپی نے اپنی تقریر میں عبادت کی قبولیت کے دل کی صفائی اور نیت کی درستگی پر زور دیا۔ غلام عباس چوپا نے مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی علوم کی تحصیل کی ضرورت پر زور دیا۔ مولانا عبدالحمید صاحب کی تقریر کا موضوع قرآن پاک کی روشنی میں زکواۃ کی اہمیت تھا۔ انہوں نے کہا کہ مدرسہ شاہ ہمدان تعمیر

حضرات کے زکوٰۃ کی ادائیگی کا بہترین مصرف ہے۔ مدرسہ شاہ ہمدان سکردو کے پرنسپل معروف نوجوان عالم دین مولانا محمد ابراہیم فیضی نے علم کی اہمیت اور فضیلت پر مدلل تقریر کی۔ مولانا محمد ابراہیم زائر نے اصلاح معاشرہ کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اپنے نفس امارہ پر قابو پانے کے علاوہ اپنے گھر اور معاشرے کی اصلاح ضروری ہے۔ محمد اقبال صاحب نے بھی علم کی اہمیت پر مختصراً روشنی ڈالی۔ انہوں نے مدرسے کے لئے دس ہزار روپے کے عطیے کا اعلان کیا۔ فقیر محمد ابراہیم صاحب نے حقوق والدین کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ان حقوق کی ادائیگی کا اصل مدار تربیت اولاد پر ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کی آیات کے حوالے سے حقوق والدین پر تفصیل سے گفتگو کی۔ مہمان خصوصی ڈپٹی کمشنر گانچھے داؤد خان صاحب نے کہا کہ آج جس عظیم شخصیت کے نام نامی کی مناسبت سے اس مدرسے کا آغاز کیا جا رہا ہے ان کی مدح سرائی کرنا میرے بس سے باہر ہے۔ انہوں نے کہا کہ شاہ ہمدان نے بلتستان میں اشاعت اسلام کے سلسلے میں جو کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے۔ انہی کے مرہون منت یہ علاقہ آج بھی فرقہ واریت اور تنگ نظری کے فتنہ انگیز رجحانات سے مبرا ہے۔ انہوں نے مدرسہ شاہ ہمدان کے لئے اپنی طرف سے دو ہزار روپے دینے کا اعلان کیا۔ صدر جلسہ مولانا محمد عبداللہ صاحب نے اتحاد و اتفاق کی اہمیت پر تقریر کی اور ناموں کی بحث سے کنارہ کرتے ہوئے عمل پر توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ آخر میں الحاج فقیر محمد ابراہیم صاحب نے عالم اسلام کی سربلندی اور اتحاد بین المسلمین کے لئے خصوصی دعا کی۔ نماز اور کھانے کے وقفے کے بعد مدرسہ شاہ ہمدان کا سنگ بنیاد رکھنے کا اہتمام ہوا یہ شرف سید حمایت علی صاحب اور مصطفیٰ صاحب کو حاصل ہوا۔

جامعہ اسلامیہ نوربخشیہ خپلو تھچی کی میٹنگ

مذکورہ میٹنگ حسب دستور ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ صدر جلسہ نے مدرسے کے لئے عطیہ دینے والوں کے دینی جذبے کی تعریف کی۔ جلسے میں کلچو ولایت صاحب کی دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

رپورٹ محمد رضا بگی جنرل سکریٹری

سرکردگان خپلو بالا کا اجلاس

۵ جولائی ۱۹۹۶ کو مرحوم پیر نوربخشیہ سید عون علی الموسوی کے قیام گاہ پر خپلو بالا کے سرکردگان اور معززین کا ایک اجلاس ہوا جس میں اخوند سلام پیش امام خانقاہ معلیٰ نے جو خانقاہ معلیٰ کے خزانچی بھی ہیں گزشتہ کئی سالوں کی آمد و خرچ کا تخمینہ پیش کیا۔ شرکاء نے اخوند صاحب کی کارکردگی کی تعریف کی اور مستقبل میں خانقاہ معلیٰ کا نظم و نسق چلانے کے لئے ایک کمیٹی بھی تشکیل دی۔

دانشوروں کا دورہ

شاہ ہمدان انٹرنیشنل ایسوسی ایشن کے رہنما سید طیب ہمدانی، جمعیت علماء اسلام کے رہنما سید نفیس الحسینی اور پنجاب یونیورسٹی کے دائرہ المعارف کے چیئرمین ڈاکٹر محمود الرحمن نے خپلو میں شمالی علاقہ جات کے مشہور محقق اور حلقہ علم و ادب گانچھے کے آرگنائزر مولانا غلام حسن حسنو سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی اور مولانا موصوف کی ذاتی لائبریری میں موجود بیش قیمت اور نایاب قلمی مخطوطات کے بارے میں قیمتی معلومات حاصل کیں۔ انہوں نے سلسلہ نوربخشیہ کے بزرگوں کے بارے میں متعدد سوالات کئے اور مولانا صاحب کے ذوق تحقیق کی داد دی۔

لیگل کمیٹی کا اجلاس

لیگل کمیٹی نوربخشیہ کراچی اور مختلف نوربخشی تنظیموں کا ایک مشترکہ اجلاس کرنل (ریٹائرڈ) غلام حیدر چیئرمین کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں شرکائے اجلاس نے کمیٹی کی گزشتہ کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کیا۔

اجلاس میں کمیٹی کے خازن حاجی محمد باقر کے ماموں اور غلام عباس چوپا کے والد کی حادثاتی وفات پر اظہار تعزیت کیا گیا اور مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا کی گئی۔



یوم وصال سید محمد نور بخشؒ کے موقع پر مدرسہ شاہ ہمدان سکردو میں منعقدہ جلسہ عام سے مولانا خادم حسین پندوی، معروف شاعر احسان علی دانش اور مدرسہ شاہ ہمدان کے دیگر علماء کرام خطاب کر رہے ہیں۔

جلسہ وفات شاہ سید محمد نور بخشؒ

مورخہ ۱۴ ربیع الاول کو بعد از نماز عشاء جامعہ شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ سکردو میں ایک تقریب بسلسلہ یوم وفات غوث المتاخرین شاہ سید محمد نور بخشؒ منعقد ہوئی جس کی صدارت جامعہ کے پرنسپل علامہ محمد ابراہیم فیضی صاحب نے کی جبکہ مولانا خادم حسین پندوی صاحب مہمان خصوصی تھے۔ سٹیج سکریٹری غلام نبی ثاقب تھے۔ تلاوت کا شرف محمد اقبال جاوید کو حاصل ہوا۔ سید مختار حسین سرکی نے نعت رسول مقبول پیش کی۔ غلام حسن پرنگی نے شاہ سید محمد نور بخشؒ کے حالات پر روشنی ڈالی۔

دیگر مقررین میں طالب علم محمد حسین، کچو اختر حسین بلغاری شامل تھے جنہوں نے ذکر و فکر کی اہمیت پر تقریریں کیں۔

اس کے بعد نوجوان شاعر احسان علی دانش نے اپنا تازہ کلام بحضور شاہ سید محمد نور بخش کے عنوان سے پیش کیا اور سامعین سے خوب داد وصول کی۔

آخر میں جناب مولانا خادم حسین پندوی نے طلباء پر زور دیا کہ وہ شاہ سیدؒ کی کتابوں کو پڑھیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

کلمات تشکر کے بعد بلند آواز میں درود و سلام کے ساتھ تقریب کا اختتام ہوا۔

غلام مہدی کوروی
پریس سکریٹری

انجمن صوفیہ نوربخشیہ گلگت کا بجٹ اجلاس

مورخہ ۷ جولائی ۱۹۹۶ کو جامع مسجد شاہ ہمدان صوفیہ ٹاؤن کونوداس گلگت میں انجمن صوفیہ نوربخشیہ گلگت کا اجلاس ہوا جس میں نثار علی صاحب نے سالانہ بجٹ پیش کیا۔ سال گزشتہ میں انجمن کی کل آمدنی ۲۲۵۰۶۱ روپے تھی جبکہ اخراجات کا تخمینہ ۲۲۳۳۳ روپے ہے جس میں دو نئے آر سی سی کوارٹروں کی تعمیر اور تین دکانوں پر چھت لگانے کا خرچہ بھی شامل ہے۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ گلگت میں موجود سرکاری ملازمین اور کاروباری حضرات اپنی آمدنی کا دس فیصد ہنگامی چندے کی صورت میں انجمن کو دیں گے۔ اجلاس میں این۔ ایل۔ آئی کے نوجوانوں کا بھی شکریہ ادا کیا گیا جنہوں نے مبلغ پندرہ ہزار روپے کا ہنگامی چندہ ارسال کیا ہے۔

غلام محمد حسن آبادی رپورٹر نوائے صوفیہ گلگت

علاقہ تھلے میں سات روزہ اعتکاف

مورخہ ۲۳ جولائی کو تھلے کے خوبصورت ترین وادی میں بلندی پر واقع شمدون آستانہ پر بوا رستم علی صاحب کی زیر نگرانی سات روزہ اعتکاف کا اہتمام ہوا۔ روایت کے مطابق یہ روزہ حضرت میر شمس الدین رشید کا ہے۔ اعتکاف کا اختتامی جلسہ ۲۹ جولائی کو ختم القرآن کے ساتھ منعقد ہوا۔ اہل تھلے نے معتکف حضرات کو اس نیک عمل کی سعادت حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کی۔

محمد اسحاق شاہد تھلوی
اسلام آباد

گمنام خطوط کی مذمت

افسوس کا مقام ہے کہ بعض شر پسند عناصر کی طرف سے بعض علماء کرام اور بزرگان دین کے خلاف توہین آمیز اور اخلاق سے گرے ہوئے الفاظ اور قتل کی دھمکیوں پر مشتمل گمنام خطوط موصول ہو رہے ہیں۔ یہ خطوط دراصل ہمارے عوام کے درمیان نفرت پھیلانے کی ایک ناکام اور مذموم کوشش ہے جس کی پوری قوم مذمت کرتی ہے۔ تصوف اسلامی کی تاریخ امن و آشتی کی داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ مگر اس قسم کے گمنام

خطوط لکھنے والے ہمیں آپس میں لڑانے میں مصروف ہیں۔ میں چونکہ مرکزی انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ سکردو کا صدر ہوں اس لئے میرے نام ایسے خطوط آچکے ہیں جن میں دانشوران قوم اور مخلص کارکنوں پر بے بنیاد الزام تراشی کرکے ان کی کردار کشی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں صوفیہ نوربخشیہ کا ایک ادنیٰ خادم ہوں اور اٹھیس سال تک اس گلشن کی آبیاری کی ہے۔ ناچیز نے کورنگی عوامی کالونی میں مسجد تعمیر کروائی اور انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ کراچی کے نائب صدر اور بعض اہم دینی کتابوں کی اشاعت میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اب مرکزی

انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ سکردو کے صدر کی حیثیت سے میری تمام مخلص دینی کارکنوں علماء کرام اور دانشوران قوم سے گزارش ہے کہ وہ معمولی اختلافات اور ذاتیات سے قطع نظر ایک متحدہ قوم کی حیثیت سے تعمیری کردار ادا کرتے ہوئے ان تخریب پسند عناصر کا سختی سے محاسبہ کریں اور گمنام خط و کتابت کا یہ سلسلہ بند کروادیں۔

عبداللہ خان (چیرمین)
صدر انجمن فلاح و بہبود
صوفیہ نوربخشیہ سکردو





گزشتہ دنوں مشہ بروم سب ڈویژن میں وزیر اعظم کے مشیر برائے شمالی علاقہ جات قربان علی صاحب کے آمد کے موقع پر ایک جلسہ عام کا انعقاد ہوا جس سے انجینئر محمد اسماعیل اور محمد اقبال صاحب ممبرز ناردرن ایریا کونسل خطاب کر رہے ہیں۔

تقریب بسلسلہ عرس رسول اللہؐ

مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۹۶ کو مسجد شاہ ہمدان سٹلائٹ ٹاؤن سکردو میں بعد نماز عشاء عرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا، جس میں صدر جلسہ مدرسہ شاہ ہمدان کے مدرس جناب مولانا عارف حسین اور مہمان خصوصی مایہ ناز عالم دین علامہ علی محمد ہادی شگری صاحب تھے۔ سٹیج سکریڑی کے فرائض کاچو اختر حسین بلغاری نے سرانجام دیئے۔

جلسے کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت طالب علم جعفر علی نے حاصل کی۔ طالب علم محمد شریف نے حمد باری پیش کیا۔ محمد نعیم رحمانی نے نعت رسول مقبول پیش کی۔ محمد اقبال جاوید شگری نے اپنی تقریر میں اتباع رسولؐ کی اہمیت پر زور دیا۔ محسن علی نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمتوں اور برکتوں پر روشنی ڈالی۔ غلام نبی ثاقب نے تبلیغ دین کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوششوں، اور قربانیوں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد قاری غلام رسول نے آپؐ کے ہمہ گیر اخلاق حسنہ پر گفتگو کی۔

مہمان خصوصی علامہ علی محمد ہادی نے سیرت مصطفوی کے چند پہلوؤں کو موضوع خطاب بنایا۔ صدر جلسہ معروف عالم دین واستاد جامعہ شاہ ہمدانؒ مولانا عارف حسین تلسوی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ دور حاضر میں ہمیں سلف صالحین کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے دین حقہ کی ترویج وترقی کے لئے حسب استطاعت جامعہ ہذا کے لئے ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ آخر میں دعائیہ کلمات اور درود وسلام کی گونج میں جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

غلام مہدی کوروی

سکریڑی نشرواشاعت جامعہ شاہ ہمدان سکردو

اظہار تشکر

میرے والد اخوند محمد حسین کی ناگہانی رحلت پر بہت سے احباب کرام نے اظہار ہمدردی کیا اور تعزیت نامے موصول ہوئے۔ میں بوساطت نوائے صوفیہ جملہ احباب کا از تہہ دل شکر گزار ہوں۔

منجانب۔ عبدالسلام محلہ تھپوری موضع براہ بلتستان

اظہار تعزیت

معروف سماجی شخصیت وماہر تعلیم ماسٹر علی خان المعروف بابو علی یکم اگست ۱۹۹۶ کو ٹریفک کے حادثے میں جاں بحق ہوگئے تھے۔ موصوف تنظیم فلاح وبہبود نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سرمک کے نگران اعلیٰ رہ چکے تھے۔ تنظیم کے اراکین نے ایک تعزیتی پیغام میں مرحوم کے لواحقین کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا ہے۔ یہاں اسلام آباد میں مقیم نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ خصوصاً جناب مولانا رضا ضیا، بابو غلام علی اور محمد ابراہیم حلیپہ نے بھی مرحوم کے سوگوار خاندان سے اظہار تعزیت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

بقیہ مستقل خریدار

۵۸۱۔ اخوند غلام حسین مور خونو
خپلو پائین

۵۸۲۔ محمد قاسم فیلڈ آفیسر
خپلو ڈویلپمنٹ
ضلع گانچھے بلتستان

۵۸۳۔ نثار علی مچلوی ہیڈ کانسٹیبل
گانچھے بلتستان

۵۸۴۔ الطاف حسین وائرلیس آپریٹر
خپلو گانچھے بلتسان

۵۸۵۔ کانسٹیبل نور علی
خپلو، ضلع گانچھے

۵۸۶۔ عبدالرحمن کانسٹیبل
خپلو ضلع گانچھے

۵۸۷۔ غلام نبی کانسٹیبل
براہ ضلع گانچھے

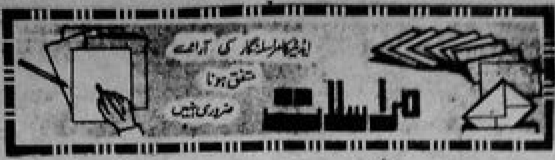
۵۸۸۔ مرزا محمد کانسٹیبل
خپلو ضلع گانچھے

۵۸۹۔ نذیر حسین
اے ڈی آئی سکولز
ضلع گانچھے

۵۹۰۔ حاجی محمد حسین
اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر
ہائی سکول ڈوغنی

۵۹۔ محمد موسیٰ ٹی جی ٹی
ہائی سکول ڈوغنی

۵۹۲۔ فدا محمد مچلوی
سول ہسپتال
گانچھے بلتستان



ہومیوڈاکٹر ایم ۔ اے ۔ شاہد

آپ لوگوں کی طرف سے ارسال کردہ پارسل اور خط ملے اور نوائے صوفیہ کے شمارے بھی موصول ہوئے ۔ آپ کی ارسال کردہ کتابیں ہم نے اسلامیہ سکول کی لائبریری میں رکھی ہیں ۔ لوگ اس لائبریری میں جاکر کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں ۔ بہت سے لوگ آپ کو خط لکھنے کے متمنی ہیں ۔ آپ لوگ اس غریب دین کے ستون ہیں ۔ تمام نوربخشیوں کی دعاؤں اور آپ لوگوں کی محنت سے نوائے صوفیہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے ۔

لداخ کے تمام نوربخشیوں کی طرف سے سلام عرض ہے

سید مرتضیٰ علی بیہ لداخ

میں بارہویں جماعت کا طالبعلم ہوں اور سری نگر میں زیر تعلیم ہوں ۔ میں جب لداخ پہنچا تو سید مرتضیٰ کے ہاں آپ کی ارسال کردہ کتابیں نظر سے گزریں جن کو دیکھ کر مجھے بے حد خوشی حاصل ہوئی ۔ میں آپ لوگوں سے ملاقات کا متمنی ہوں ۔ مجھے آپ نوربخشیوں کے بارے میں معلومات فراہم کریں ۔

آج کل نوائے صوفیہ بہت مقبول ہے اگر آپ مجھے بھی یہ رسالہ ارسال کریں تو بہت شکر گزار ہوں گا ۔



غلام محمد نوبراہ بیہ لداخ

نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار ہوں نئے سال کا چندہ ارسال کیا ہے ۔ رسالے کی ترسیل باقاعدگی سے نہیں ہورہی ہے مہربانی اس طرف توجہ دیجئے ۔ نوبرالداخ کے نوربخشی بھائیوں کے لئے مبلغ ایک ہزار روپے ارسال کئے ہیں ۔

نائب صوبیدار صوفی محمد ابراہیم خلیل بلغاری

سال ۱۹۹۶ء کا چندہ مبلغ ۱۲۰ روپے ارسال ہیں ۔ ہمارے مدرسے کی افتتاحی تقریب کی روداد ارسال خدمت ہے ۔ رسالے میں جگہ دیں ۔

فدا حسین غواڑی

نوائے صوفیہ کا بڑھتا ہوا معیار آپ سب کی محنت اور بے لوث خدمت کا نتیجہ ہے ۔ بے انتہا مسائل کے باوجود رسالے کا باقاعدگی سے اجراء اور نوجوان نوربخشیہ میں بیداری کا عمل بلا شبہ کٹھن ہے ۔

غلام نبی نورانی کھرکس

کئی خطوط لکھے مگر جواب سے محروم رہا ۔ رسالہ کا شروع سے آخر تک مطالعہ کرتا ہوں ۔ ہم آپ کے ساتھ ہر قسم کے تعاون کے لئے ہمہ وقت تیار ہیں ۔

سید حسین شاہ عابدی سرمک

مانا ہماری ذات میں سو عیب ہیں مگر بکتے نہیں خدا کی قسم ہم فقیر لوگ میں مولوی حسین غورسے کا بیٹا ہوں ۔ سالانہ چندہ ارسال خدمت ہے ۔ رسالہ ارسال کیجئے ۔

محمد دین تاشہائی سکول ڈوغنی

نوائے صوفیہ روشنی کا ایسا مینار ہے جس سے ہر فرد بشر مستفید ہو رہا ہے۔ ہم ہر نماز کے بعد آپ لوگوں کی صحت اور رسالے کی ترقی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ نوائے صوفیہ اور مذہب حقہ کو دنیا میں جو شہرت حاصل ہوئی ہے وہ آپ سب کی کاوشوں کا ثمر ہے۔

مظاہر حسین بلغاری

میں افواج پاکستان میں صوبیدار کی حیثیت سے تعینات ہوں۔ مذہباً اہل سنت سے تعلق ہے اور علاقہ نوشہرہ کا رہنے والا ہوں۔ چند ماہ قبل کوئٹہ سے نوائے صوفیہ میں ہومیو ڈاکٹر جناب ایم۔ اے۔ شاہد کا ایک اشتہار نظر سے گزرا۔ میں ایک موذی اور خطرناک مرض میں مبتلا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی دوائی منگوا کر استعمال کی تو معجزانہ طور پر ٹھیک ہو گیا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کا مذہب نوشہرہ کے مشہور ولی کاکا صاحب کا مذہب ہے جس پر چلنے والے لوگ دنیا میں بڑے بڑے کام آسانی سے کر سکتے ہیں اور بہت سے کرامات دکھا سکتے ہیں۔ میرا اس علاج سے ٹھیک ہونا بھی آپ کے مذہب کے کرامات میں سے ہے۔ آئندہ سے میں اس رسالے کا خریدار بننا چاہتا ہوں۔

گل خٹک نوشہروی کوئٹہ

نوائے صوفیہ کو معیاری اور دلچسپ بنانے میں آپ حضرات کی کاوشوں کی تہہ دل سے قدر کرتا ہوں۔ آئندہ رسالہ مجھے بھی ارسال کریں۔

شکور علی پیش امام بہادر آباد
کورو

نوائے صوفیہ کو پہلی بار خط لکھ رہا ہوں۔ ہمارے گاؤں فرانو کے لوگ سو فیصد صوفیہ نوربخشیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اپنی مدد آپ کے تحت اسلامی درسگاہیں چلا رہے ہیں۔ ہم رسالے سے ہر طرح کے تعاون کے لئے تیار ہیں۔

محمد حسین فرانو

نوائے صوفیہ کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتا ہوں۔ رسالے کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔ سال رواں کے لئے رسالہ جاری کریں۔

صوبیدار غلام مہدی تھگس

مئی کے شمارے میں ہندوستان میں آباد نوربخشی بھائیوں کے بارے میں پڑھ کر بے انتہا خوشی کے ساتھ ان کی حالت زار پر بہت دکھ بھی ہوا۔

غلام حسین فریس شیلو

نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں۔ سالانہ چندہ ۳۰ روپے ارسال ہیں۔ یہ رسالہ مذہب حقہ کو دنیا میں متعارف کرانے کا واحد ذریعہ ہے۔

حوالدار محمد ابراہیم

نوائے صوفیہ کا معیار روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ گزشتہ شمارے میں مضمون "اسلام کی مثالی خاتون" بڑا پسند آیا۔

ذاکر حسین دلشاد شگر

آج تک جتنے رسالے شائع ہوئے ہیں وہ نوائے صوفیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میں رسالے کا مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں جس کے لئے سالانہ چندہ ارسال ہے۔

سپاہی حامد علی

بقیہ: چہل مقام صوفیہ

ملک احمد ابتو میں مولانا عبدالرحمن خانقاہ پران میں مولانا سعید کی زیر نگرانی اور خانقاہ جدی بل میں خود اپنی نگرانی میں خلوت و اعتکاف کراتے تھے۔ میر مختار اخیار نے بلتستان میں جتنی خانقاہیں بنوائی ہیں ان تمام میں اعتکاف و خلوت کے لئے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے خلوت و عزلت کی بڑی تعریف کی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالرحمن اسفرائنی کے نزدیک مجموعہ اعمال صالحہ خلوت است یعنی خلوت اعمال صالحہ کا نچوڑ اور مجموعہ ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اعتکاف نشینی سے انسان کے دل و نگاہ میں خوشگوار تبدیلی آتی ہے۔ انسان کی نفسانی خواہشات محدود اور لمبی لمبی آرزوئیں کوتاہ ہو جاتی ہیں۔ خلوص، یقین اور محبت حقیقی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ خدا اور بندے کے درمیان ایسا تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو کسی اور عبادت سے ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی نے اپنی پوری زندگی میں ۱۴۰ بار چالیس روزہ خلوت نشینی اختیار کی اور یوں زندگی کے چھتیس سال خلوت نشینی میں گزار دیئے۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

مستقل خریداروں کی فہرست

(مئی ۱۹۹۶ء)

۵۴۹ - لفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ)
غلام حیدر کراچی

۵۵۰ - نائیک کلرک محمد یوسف
بلغاری 6 - این ایل آئی

۵۵۱ - معروف کرنچی لائبریری
چھوربٹ سکسہ

۵۵۲ - غلام حسین محلہ بانپی خپلو بالا

۵۵۳ - نثار حسین سرمیکی
کراچی

۵۵۴ - علی محمد جنگجو تکپہ موضع کھانے
(تمغہ شجاعت)
سکردو بلتستان

۵۵۵ - غلام عباس شاہد صوفی
جٹ لائن کراچی

۵۵۶ - حاجی محمد ایوب کھرکوہ
گانگچھے

۵۵۷ - سعادت حسن صاحب، پرنسپل
تعمیر ملت پبلک سکول سرمک

۵۵۸ - غلام مہدی عارف
وزیر پور منٹو تحصیل شگر

۵۵۹ - فدا حسین آرزوچی
6 - این ایل آئی بٹالین

۵۶۰ - اے - کے جانباز س
جی پی او سکردو

۵۶۱ - غلام مہدی ہیڈ ماسٹر
ہائی سکول سرموں

۵۶۲ - محمد جعفر اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر
ہائر سیکنڈری سکول خپلو ضلع گانگچھے

۵۶۳ - محمد اسماعیل خپلو گربونگ

۵۶۴ - عارف حسین خپلو
گربونگ

۵۶۵ - صوفی ابراہیم سرگیب خپلو
ضلع گانگچھے

۵۶۶ - محمد اقبال ولد تقی گربونگ
ضلع گانگچھے

۵۶۷ - محمد باقر مدرس پرائمری سکول
خپلو پائین

۵۶۸ - اختر حسین مورغونو
ڈاکخانہ خپلو

۵۶۹ - محمد ابراہیم
پرائمری سکول سترونپی خپلو

۵۷۰ - سلطان علی مدرس
پرائمری سکول براہ پائین

۵۷۱ - عبدالرحیم کلرک
مشہ بروم تھگس

۵۷۲ - ذاکر حسین گلزاری
محلہ گونپون گلشن کبیر

۵۷۳ - عبدالمجید ندیم
جوائنٹ سیکرٹری صوفی آباد
وزیر پور شگر

۵۷۴ - سید محمد الیاس میر واعظ
خانقاہ نیالی وزیر پور شگر

۵۷۵ - شاہد حسین
آئی نائن فور اسلام آباد

۵۷۶ - لانس نائیک عبدالصمد خپلوی
اے۔ کمپنی 5 - این ایل آئی بٹالین

۵۷۷ - علی حسین آفتاب
ڈاکخانہ سرمیک

۵۷۸ - غلام علی، او ٹی اے
ڈاکخانہ سرمیک

۵۷۹ - بلبل جان، ایل ڈی سی
ڈاکخانہ سرمیک

۵۸۰ - منور حسین مدرس
ڈاکخانہ سرمیک ضلع سکردو

ان پہاڑوں میں

شیخ غلام حسین سحر

بہت سے راز قدرت کے کھلے ہیں ان پہاڑوں میں
بہت سے حق کے پروانے جلے ہیں ان پہاڑوں میں

صدف میں جیسے در ملتے ہیں گہرائی میں دریا کی
عوادم زمرہ حق میں ڈھلے ہیں ان پہاڑوں میں

یہ جیسے پھول بے حد دلربا ہیں حسن ظاہر میں
بہت گلہائے باطن بھی کھلے ہیں ان پہاڑوں میں

چٹانوں میں ہے گر لعل و جواہر کی فراوانی
گہر بھی فقر و عرفاں کے ملے ہیں ان پہاڑوں میں

یہ جیسے کوہ پیمائی کی ٹیمیں آج چلتی ہیں
فقیران خدا پہلے چلے ہیں ان پہاڑوں میں

تصوف کے رموز اکثر ہوئے کندہ چٹانوں پہ
ادب کے گلستاں پھولے پھلے ہیں ان پہاڑوں میں

سحر پانی ہے ہر ذی روح کی وجہ بقا دیکھو
کئی چشمے ہر اک پتھر تلے ہیں ان پہاڑوں میں